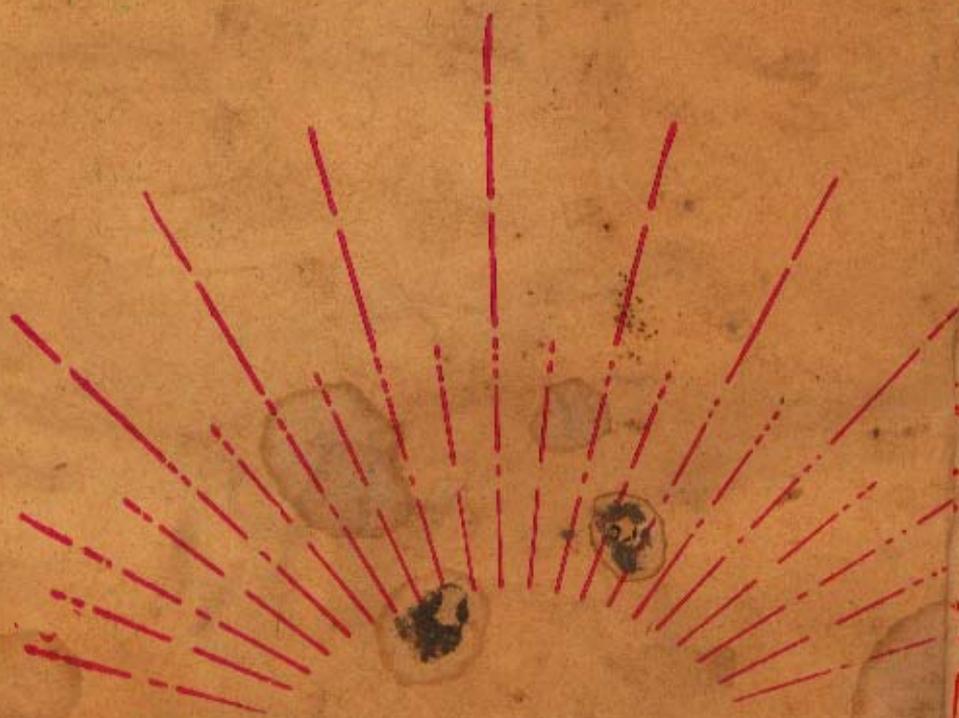


ماہنامہ
تجلی
دیوبند



ایڈیٹر۔ عام عثمانی (فاضل و جامعہ)

Annual Rs. 7

62 N.P.

فتاویٰ عالمگیری

ابن دینار بنی بوقھبہ، لایطیج صد عظیم الشان ارضہا



● سلطنت مغلیہ کی علمی اور دینی تاریخی یادگار جس کی ترتیب و تدوین پر اورنگزیب عالمگیر علیہ الرحمۃ نے تیس لاکھ روپے کا سرمایہ خرچ کیا ● سینکڑوں علمائے اہم اور مفتیان دین کی عرق ریز کاوش کا عظیم الشان شاہکار ● فقہ اسلامی کا مستند و معتبر مجموعہ، اسلامی زندگی کا مرقع ● عبادت، معاشرت، معاملات اور زندگی کے تمام مسائل کی انسائیکلو پیڈیا ● دنیاۓ اسلام کی تسلیم کردہ مستند و گراں قدر کتاب ● مسلم پرسنل لاء سے متعلق ایک متون کی دستاویز، ایک تاریخی ماخذ ● قرآن و سنت کا چوڑا، اسلاف اکابر کی تحقیقات کا حاضی اور فقہ اسلامی کے ہزار سالہ ذخیرے کا عطر ● ہندوپاک کے تمام دینی اداروں کے نزدیک قابل استفادہ اور معتبر فقہی مجموعہ ● جدید مسائل اور نئے تقاضوں کے پیش نظر بالکل تازہ عالمائے مفید گراں قیمت فٹ نوٹس اور ضمیمے - تصحیح کا خاص اہتمام

● عظیم فتاویٰ اعلیٰ ترین علمی مجلس کمی نگرانی میں صورتی و معنوی خوبیوں، نئے انداز، نئی ترتیب اور نئے ڈھنگ سے پابندی کے ساتھ دو ماہی سلسلہ کی صورت میں شائع ہو رہا ہے

آج ہی ممبر بن جائیے - اور - بنائیے

ہر جلد کی قیمت تقریباً سو صفحات، سائز ۲۰ × ۳۰، جاذب نظر ٹائٹل قیمت ۲ روپے ۲۵ پیسے (علاوہ محصول)

فیس ممبری | صرف ایک روپیہ

ممبران کیلئے ایک روپیہ پچاس پیسے علاوہ محصول

مخصوص رعایت | پانچ جلدیں ایک ساتھ نکلنے والوں کی خدمت میں بجائے سو اگیارہ روپے کے ۹۱ کی رعایتی دی پی روانہ کی جاگی



زیر سرپرستی:

مفکر ملت حضرت الحاج مولانا مفتی عتیق الرحمن صاحب عثمانی درکنگ صدر جمعیت علماء ہند و چیرمین سنٹرل کالج کیشی

نگران ترجمہ و حواشی وغیرہ: مولانا مفتی محمود احمد صاحب مدنی نانوتوی ممبر مجلس شوریٰ اعزازی صدر مفتی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا مفتی امین الرحمن صاحب مدنی دیوبند

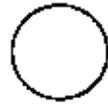
تجلی

ماہنامہ دیوبند

نمبر
شمارہ
نمبر
جلد

ہر انگریزی مہینے کے پہلے ہفتے میں شائع ہوتا ہے
سالانہ قیمت ساڑھے - فی پرچہ بائیس
غیر مالک سے سالانہ قیمت ایک پاؤنڈ شکل پوسٹل آرڈر
پوسٹل آرڈر پر کچھ نہ لکھیے بالکل سادہ رکھیے

اشرفی



فہرست مضامین مطابق ماہ ستمبر ۱۹۶۷ء

۴	عام عثمانی	آغاز سخن
۸	مولانا رشاد احمد صاحب	ایک خبر کی تردید
۹	مدیر الجمعیتہ	اردو کا قتل عام
۱۱	عام عثمانی	تجلی کی ڈاک
۲۹	شمس الدین عثمانی	کی ہم مسلمان ہیں
۳۷	گوپال مشل	مشرقا گلہ درد روی مسلمان
۲۷	ملا ابن العربی کی	مسجد سے میخانہ تک
۳۵	عام عثمانی	کھرے کھوٹے
۵۲	ڈانانا افتخار احمد صاحب	قرآن حکیم کا حق تلاوت

اگر اس اوپر والے دائرے میں شرح نشان ہے تو
مجھ لیجئے کہ اس پرچے پر آپ کی خریداری ختم ہے۔ یا تو
مئی آرڈر سے سالانہ قیمت بھیجیں یا دی پی کی اجازت میں
آئندہ خریداری جاری نہ رکھنی ہو تب بھی اطلاع دیں
خاموشی کی صورت میں اگلا پرچہ وی بی سے بھیجا جائیگا
جسے وصول کرنا آپ کا اخلاقی فرض ہوگا۔ رو سی پی
سات روپے منتر سے کا پرچہ مئی آرڈر بھیج کر آپ دی پی
خرچ سے بچ سکتے ہیں۔

پاکستانی حضرات
ہمکے پاکستانی پتہ پر چندہ بھیج کر سیدی آرڈر اور اپنا
نام اور مکمل پتہ ہمیں بھیج دیں رسالہ جاری ہو جائیگا

پاکستان کا پتہ: مکتبہ عثمانیہ ۲۲۸۰ مینا بازار
پیر الہی بخش کالونی - کراچی (پاکستان)

ترسیل زر اور خط و کتابت کا پتہ
دفتر تجلی - دیوبند - ضلع سہارنپور (دیوبند)



مندرجہ بالا پتہ پر مئی آرڈر بھیج کر وہ
رسید نہیں بھیج دیں جو مئی آرڈر کرتے
وقت ڈاک خانہ سے ملتی ہے۔ نیچو

عام عثمانی پرنٹر پبلشر نے "نیشنل پرنٹنگ
پریس دیوبند" سے چھپوا کر اپنے دفتر تجلی
دیوبند سے شائع کیا

آغازِ سخن

یہ ہم لے اخبار!

ہمیں علم ہے کہ طے شدہ پالیسیوں اور مصلحتوں کے تحت جھوٹی خبریں نشر کرنا۔ یا سچی خبروں کو ایسی ٹکنک کے ساتھ پیش کرنا جس سے جھوٹ بھی پناہ مانگے ہمارے یہاں عیب نہیں ہنراؤ، مصیبت نہیں کمال، سیاست سمجھا جانے لگا ہے۔ ایسا ہونا بھی چاہیے تھا۔ جو سماج کھٹل طور پر اخلاقی بحال کی زد میں آچکا ہو، جس کے فکر ہی زراوتیے کج ہو چکے ہوں، جس میں خود غرضی، مفاد پرستی، ذخیرہ اندوزی اور رشوت ستانی کا دور دورہ ہو، جو جذبات کی عینک سے دیکھنے اور محسوس کرنے سے سوچنے کا عادی بن گیا ہو اس کے اخلاقی تقاضوں کے احترام اور انسانی قدروں کی پاسداری توقع ہو سکتی ہے۔

لیکن یہ اُمید بہر حال نہیں تھی کہ ملک کا کوئی معروف اخبار ایسی خبروں کے سلسلے میں بھی بے احتیاطی اور غیر ذمہ داری کا ثبوت لے گا جو اپنی نوعیت کے اعتبار سے بالکل معمولی ہوں اور بظاہر لہجہ کا تعلق اس اخبار کی پالیسی اور اغراض و مفادات سے بھی کچھ نہ ہو۔

یہ خبر ظاہر ہے ایک معمولی ہی خبر تھی کہ پاکستان میں تجلی کا داغہ ممنوع قرار دیا گیا۔ اکیلے عام عثمانی کے ہوا اس پر اس کوڑ کے فلک میں کون ہو گا جس کے لئے اسکی کچھ بھی اہمیت ہو۔ فضول سے بے مصرف سی خبر۔ ”پر تاپ“ جو ہندوستان کا ایک معروف اردو روزنامہ ہے اگر اسے

صفحہ اول پر اس خبر کو شائع کرتا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس میں شک کیا جاتا اور پھل پڑے اسی چکر میں بجائے پہلی اور دوسری کے سترہ اٹھارہ تاریخوں میں پوسٹ ہو سکا۔ یہ تاخیر ذرا بھی نہ کھلنی اگر خبر واقعہ شدہ درست ثابت ہوتی، لیکن حیرت کچھ ہے کہ خبر درست نہیں تھی اور واقعہ صرف اس قدر تھا کہ مغربی پاکستان کی حکومت نے تجلی کا پھل کوئی شمارہ ضبط کیا تھا۔

ہو سکتا ہے ہم اردو کم جانتے ہوں لہذا پر تاپ کی پوری خبر اردو دالوں کی خدمت میں لفظ بلفظ نقل ہے پاکستان میں بھارتی رسالہ ممنوع

”لاہور“ ۲۳ جولائی۔ مغربی پاکستان کے گورنر نے دیوبند پوائی سے شائع ہونے والے رسالہ ”تجلی“ کا داغہ مغربی پاکستان میں ممنوع سزا دیا ہے۔ گورنمنٹ کے بیان کے مطابق اس رسالے میں ایسا مواد شائع ہوتا ہے جس سے پاکستان گورنمنٹ کی بدنامی ہوتی ہے۔

دردِ نازم پر تاپ۔ نئی دہلی۔ جالندھر۔ اردو شری رسالوں ایڈیشن۔ صفحہ اول

بتائے اس میں کیا اہم ہے؟

ہم نہیں کہتے کہ ادارہ پر تاپ جان بوجھ کر اصلی خبر میں تحریف کی ہے۔ ارادہ تحریف کا شہ کیسے ہو جبکہ تجلی غریب کی یہ پوزیشن ہی نہیں کہ پر تاپ جیسے ”دیوبند“ اخبار کو بھی اس کے زیادہ سپیڈ سے کوئی دیکھی ہو سکتی ہے

لیکن یہ اہلناک ہندو اہلقت اس سے بہر کیف ابھر کر سامنے آتی ہے کہ ہماری صحافت خدروں کے معاملے میں کس قدر غیر ذمہ دار اور لا پرواہ ہے۔ چلیے جو کچھ بھی ہوا۔ ہو چکا۔ یہ تو ہم نہیں کہیں گے کہ۔

کسی کی جان گئی آپ کی ادا ٹھہری

جان، جان آفریں کے ہاتھ میں ہے۔ ہمیں یا تجلی کو جو بھی چھوٹی بڑی ابتلاء پیش آئے اسے صبر و شکی کے ساتھ برداشت کرنے کو ہم پہلے دن سے تیار ہیں۔ لہذا تجلی کا داخلہ کسی ملک میں بند ہو ہی جائے تو یہ ہمارے لئے ایسا حادثہ نہ ہوگا جسے 'جان جانے' سے تعبیر کیا جاسکے۔

تاہم ایک خواہ مخواہ کی کوفت اور بد نظمی اس "ادا" سے ہمارے حصے میں آ ہی گئی۔ جب اگست کا رجبہ وسط اگست کے بعد سیر ڈوآگ ہو تو ستمبر کے شہائے کو بھی اتنا لیرٹ ہونا ہی چاہیے، چنانچہ یہ شمارہ آپ کے ہاتھوں میں دیر ہی سے پہنچ رہا ہے۔ آگے کو اس تعویذ کی کسر نکال لے جانا آسان نہیں ہے۔

لیکن مصلحتاً رہتے ہم انشاء اللہ العزیز جلد اس اختلال کو دور کریں گے۔ ترکیب یہ سوچی ہے کہ بہت جلد ایک ایٹوم "ڈائجسٹ" کی شکل میں نکال دیا جائے۔ یعنی جو مضامین ہمارے مطالعے میں آتے رہتے ہیں ان میں سے خاص خاص زریعہ تجلی کر دیں۔ اس طرح جلد ہی یہ سندھوہ روفہ میک اپ ہو جائیں گے اور ہر پرچہ پھر اپنے صحیح وقت پر آنے لگے گا۔ واللہ المستعان۔

ایک دلچسپ غلط فہمی

گزشتہ اشاعت میں موصوفہ قاہرہ کے زیر عنوان مولانا محمد یوسف بتوری کے کچھ فریڈات نامہ سائت سے نقل کئے گئے تھے۔ ان کا اختتام مضمون کے چوتھے صفحے کے پہلے کالم پر ہو گیا تھا اور دوسرے کالم سے "الکلمات الطیب" کی پہلی سرفی دیکر جو در نامہ الحروف نے اپنی معروضات شروع کی تھیں۔ لیکن منقولہ فریڈات کے خاتمے پر چونکہ ایسا

کوئی فقرہ نہیں لکھا گیا تھا جس سے صریح طور پر معلوم ہو جائے کہ یہاں سلسلہ نقل ختم ہو گیا لہذا بعض حضرات کو یہ دھوکا لگ گیا کہ اگر الکلمات الطیب کے لیکر اگلے صفحے مضمون تک بھی مولانا موصوفی کے قلم پائے نقل کئے گئے ہیں۔ اب اس دھوکے کا یہ دلچسپ نتیجہ ملا خطہ ہو کہ لاہور کے مؤثر مہفت روزہ شہاب نے اپنی ۱۶ ستمبر کی اشاعت میں یہ سارا ہی مضمون مولانا موصوفی سے منسوب کر کے شائع کر دیا ہے!

اللہ خیر کرے۔ اصلاً تو یہ بات ہمارے لئے مسرت ہی ہی کی تھی کہ ادارہ شہاب نے ہمارے جیسے عالمی کی معروضات کو مولانا بتوری جیسے خلیل القادر عالم سے منسوب کر کے نا اہستہ طور پر ہماری قدر انسترائی کی ہے اور اپنے نوٹس میں ہماری تنقید کو "تعبیری تنقید" قرار دیتے ہوئے ہمارے خیالات کو بہنی بر صواب مانا ہے۔

لیکن اندیشہ نہیں رہے کہ کہیں بھلے ادارہ شہاب کو اس غلط فہمی کی پاداش میں حکومت پاکستان کی ترمیمی نظروں اور کٹنے پھیندوں کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ حکومت پاکستان صبر و ایران جیسے مالک کے ہائے میں بڑی ذکی اخص ہے۔ اسی کا پوتہ حسن نے ابھی لائل پور کے المنبر اور لاہور کے توجہ جہان اہلکاران پر بجلی گرائی تھی۔ اب ظاہر ہے ہماری جو تنقید مولانا بتوری سے منسوب کر کے شائع کر دی گئی ہے وہ مصر کی موجودہ قیادت کے حق میں نہیں جاتی لہذا غیر ممکن نہیں ہے کہ اقتدار کی پیشانی پر کوئی حکم ابھری آئے۔ ہماری تہہ دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ادارہ شہاب کو ابتلاء سے محفوظ رکھے۔

ایک جزوی لطیفہ بھی سن لیجئے۔ زیر تذکرہ تنقید میں کاتب تجلی سے ذرا سا سہو سرزد ہو گیا تھا۔ فقرہ یوں لکھا گیا:۔

"مصر عراق و شام یا پاکستان کے بلے میں بھی نہیں

ہی مادہ لومی کی رواج چل رہی ہے۔" ہمیں توقع تھی کہ کوئی پڑھا لکھا آدمی ذرا سا غور کر کے کاتب کا سہو پکڑے گا۔ لیکن تماشے کی بات ہے کہ شہاب میں یہ فہمہ جوں کا توں نقل کر دیا گیا۔ خوب ہے یہ کیوں نہیں سوچا گیا کہ لفظ "رواج" کو "نوٹ" کون صحیح لکھے گا۔ اس موٹے غلط

کے علاوہ "نواج" یوں بھی تھوسے میں بے نکا ہی ہے۔ ذرا سا دماغ پر زور ڈالاجاتا تو یہ سمجھ لینا مشکل نہ تھا کہ "روح" کے الف پر سے "نذ" فائب ہو گیا ہے اور یہ بظاہر مفرد لفظ و لفظوں کا مرکب ہے۔ سرف۔ آج۔

ایک مقام پر ہم اور بھی چوکنے تھے۔ شہاب میں نے کہا "جو صریحاً اور بدایہ" اسلامی اصول و نظریات سے انحراف۔۔۔"

ہمارے دل کو دھکا سا لگا کہ یہ "ہدایتہ" بھی کاتب تجلی ہی کا کارنامہ معلوم ہوتا ہے۔ تجلی آٹھا کر دیکھا تو ثابت ہوا کہ نہیں کاتب تجلی نے تو صاف "بدایہ" ہی لکھا تھا مگر کاتب شہاب ذرا چوکے۔

طیفے کے بعد ایک دوستانہ شکایت بھی ہے۔ آخر یہ صحافتی اخلاق و دیانت کی کوئی قسم ہے کہ نقل تو فرمائی جائے تجلی سے اور نوٹ میں دیا جائے "بینات" کا نام۔۔۔ یا اس طور کہ گویا بینات ہی سے نقل فرمائی گئی ہے۔ ہمارے فرشتے بھی نہیں جان سکتے تھے کہ ماخذ کے طور پر بینات کا نام غلط دیا گیا ہے مگر نقل میں جو غلط فہمی ہو گئی اس کے بعد کسی حسن تاویل کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔

ہم جانتے ہیں آج کل جائزہ سے جائزہ شکایت بھی خاطر ا حساب پر گراں ہی گزرتی ہے۔ یہ شکایت بھی شاید وجہ تاراشگی ہی بنے مگر ہم کیا کریں غلط کو غلط کہنے کا ہمیں مرض ہے اور شہاب جیسے مفید و وسیع پرچے کی محبت ہمیں مجبور کر گئی ہے کہ اندر اہ اخلاص اس کی کمزوری کی نشاندہی کر دیں۔ یہ کمزوری ہی ہے کہ آدمی نقل کرے کہیں اسے اور نام دے کہیں اور کا۔

اگر ہم سمجھتے کہ مولانا بٹوری ہم جیسے خاک بس کے شجاعت قلم کا انتساب اپنی طرف گوارہ فرمائیں گے اور غلط فہمی کا پردہ چاک نہ ہو گا تو خدا گواہ ہے ہمیں شہرہ مرا بہ کل فیلس سے نہ ہوتی کہ کسی نے ہماری بیکو اس کو کسی اور کی متاع کیوں بنا دیا۔ نہ ہم انکشاف حال کی زحمت اٹھاتے۔ لیکن ہمیں یقین ہے کہ جب بھی مولانا موصوف کو پتہ چل گیا وہ ہنس رو

حقیقت حال سامنے لائیں گے لہذا عین ممکن ہے کہ انکی طرف سے پہل ہونے کی صورت میں کچھ لوگ یہ خیال فرمائے لگین کہ معلوم ہوتا ہے تجلی کے شریر ایڈیٹر نے قصداً اس انداز میں مولانا موصوف کے فرمودات کے ساتھ اپنی بیکو اس میں کرائی ہے کہ پڑھنے والے غلط فہمی میں مبتلا ہوں اور اس کی بیکو اس کو مولانا موصوف جیسے بڑے عالم و استاد کے نقوش عامہ تصور کر کے غیر معمولی اہمیت دیں۔ اس سوءظن کا اندیشہ اسلئے اور بھی ہوا کہ غلط فہمی صرف ادارہ شہاب ہی تک محدود نہیں رہی بلکہ بعض خطوط سے اندازہ ہوا ہے کہ کچھ اور لوگ بھی اسی کا شکار ہوئے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہو کہ سارا الزام غلط فہمی کا شکار ہونے والوں ہی پر نہیں بلکہ ہم پر بھی ہے۔ ہمیں مولانا موصوف کی عبارت کے اختتام پر ایک تو صحیح جملہ لکھنے کے بعد اپنی بیکو اس شروع کرنی چاہئے تھی اور اس خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہئے تھا کہ الکلمات الطیب کا عنوان اور ہمارے اور مولانا موصوف کے اندازہ تحریر کا یہی فرق سمجھ سے ہونے لگے گا کہ نقل ختم ہو گئی اور اب مدیر تجلی اپنی زمینیں کھولتا ہے۔

اجالے کے محاذ کو تقویت پہنچاتیے

دینی پرچے عموماً حائلے میں نکلتے ہیں۔ دین کی ہماری مراد وہ دین ہے جو اللہ کے آخری رسول سے ملا ہے۔ وہ نہیں جو طریقت و تصوف اور عقیدت اولیاء کے نام پر انسان کی توہم پرستی اور ضعیف الاعتقادی نے گھڑ لیا ہے۔ اس دوسری قسم کے دینی پرچے تو بالعموم نقصان میں نہیں رہتے مگر پہلی قسم کے دینی پرچے اس لئے نقصان میں رہتے ہیں کہ اخلاقی اور ثقافتی نوع کی جو قیود یہ دین عائد کرتا ہے وہ آج کل کے کاروباری تقاضوں اور تجارتی پالیسیوں سے مفاہمت نہیں کر سکتیں۔

اب جن دینی پرچوں کی باگ ڈور کسی انجمن یا ادارے کے ہاتھ میں ہے وہ تو بعض دیگر ذرائع سے حائلے کی کسر نکال لے جاتے ہیں۔ یا کسر نہ بھی نکالیں تو ان میں یہ جزوی نقصان

برداشت کرتے رہنے کی صلاحیت موجود ہوتی ہے لیکن جو
 دینی پرچے کسی فرد واحد کی ملکیت ہیں ان کا حال تباہ نہ دیکھتے
 آپ کے دیکھا ہی ہوگا کہ وہ بیچائے آئے دن عالم اضطراب
 میں ناچھندا بچھنوں اور مفت خور قاریوں کا رونما بھی ہوتے
 ہیں اور پرانے خریداروں سے اپیلیں بھی کرتے ہیں کہ خدا کے
 لئے جلد از جلد نئے خریدار بنائیے ورنہ آپ کے محبوب پرچے
 کا مستقبل حیات اب ڈوبا اور برباد ہے۔ یہ واقعہ
 بے حد قابل رحم ہوتے ہیں۔

مگر الحمد للہ تجلی "قابل رحم" حالت کو تو کبھی نہیں
 پہنچا۔ وہ اگرچہ اکیلے عام عمر عثمانی ہی کے دوش نازاں کا
 پرچہ ہے لیکن چلتے سالوں میں شاید ہی بھی اس پر کوئی ایسا
 وقت آیا ہو جسے غواہ سے میں "بروقت" کہا جاتا ہے۔ اس
 زمانے میں بھی جب وہ طفولیت کے عالم میں تھا اللہ کی
 بے نہایت عنایت و بخشش نے اس پر اس طرح سایہ کئے
 رکھا کہ ہم اس کا تصور کرتے ہیں تو حیرت سے دم بخور رہتے
 ہیں اور آج تو جب کہ فضل ربانی نے اسے پال پوس کر
 جو ان کر دیا ہے یہ کہنا ہی غیر ضروری ہے کہ وہ اپنی بقا
 کے لئے کسی بھی انسان کا محتاج اور دست نگر نہیں رہا ہے
 ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء والله ذو الفضل العظيم

اسی لئے ہم تعاون کی اپیل اس انداز میں نہیں
 کر سکتے کہ خدا کے لئے جلدی دوڑ دوڑ کر نہ تجلی مر جائے گا۔
 مگر تعاون بہر حال ہمیں درکار ہے کیونکہ اشاعت و مقبولیت
 کی کسی بھی حد پر طبع ہوا کہ بیچنا ایک دینی خادم کے لئے
 جو وہ فطرت کے ہم معنی ہے یہ معاملہ صرف روٹی کا ہونا تو ہم
 بالیقین قناعت کر سکتے، مگر معاملہ تو دین و ملت کا ہے۔

مقصد اور نصب العین کا ہے۔ جن اندھیروں سے ہم جنگ
 کرنا ہمارا حاصل زندگی ہے وہ اتنے تہہ بہ تہہ ہیں کہ تجلی کی موجود
 اشاعت و مقبولیت ہزار گنا بھی بڑھ جائے تو ضرورت
 حل من مزید رہی کی متقاضی نہ رہی۔

لہذا تجلی کے ناظرین سے گزارش ہے کہ وہ ذرا سرگرمی
 دکھائیں اور نئے خریدار ہتھیار فرمائیں۔ تجلی سے جتنا کپڑا اور

مضبوط تعلق اس کے اکثر قارئین کو ہے اسے مثالی کہا جا سکتا
 ہے۔ ہزاروں تو ایسے ہیں جن کے لئے تجلی برسوں سے ایک
 ضرورت، ایک عادت، ایک جموں بن گیا ہے۔ یہ لوگ کم
 سے کم ان احباب کو تو سمجھا سمجھا کر خریدار بنا ہی سکتے ہیں جو
 تجلی کو بڑھتے ضرور ہیں مگر مستعار لیکر مستعار لینا کوئی عیب
 نہیں مگر یہ آج تک مستعار لینے والے اگر خود بھی خریدار
 بن جائیں تو خود ان سے مستعار لیکر بڑھنے والوں کا ایک
 نیا حلقہ پیدا ہو جائے گا اور انشاء اللہ ایک مناسب
 بعد اس نئے حلقے کو بھی خریدار بننے اور مزید حلقہ
 پیدا کرنے کی ترغیب دی جا سکے گی۔ ہو سکتا ہے جلد یا
 بدیر ادارہ تجلی کی طرف سے بھی کوئی فرد تو وسیع اشاعت کے
 سلسلے میں آپ کے پاس پہنچے اس صورت میں تو یہ امید ہے
 کہ آپ امرکان بھر تعاون دیں گے۔ لیکن انتظار میں ہاتھ
 پر ہاتھ دھوئے نہ بیٹھے رہیں بلکہ ابھی سے اپنے طور پر وسیع
 اشاعت کی کوشش کیجئے۔ اگر ہماری یہ کھڑی اور بے
 رس قسم کی اپیل معتد بہ حد تک کامیاب رہی تو عین
 ممکن ہے کہ تجلی کی ضخامت میں بھی کچھ اضافہ کر دیا جائے۔
 جو پیسہ اس سلسلے میں آپ فراہم کریں گے وہ انشاء اللہ ہر
 معدے کی وسعت نہیں بڑھائے گا بلکہ تجلی کے چراغ میں
 تیل بنا کر جلا یا جائے گا۔ اندھیرے اور اجالے کی غیر ختم
 جنگ میں اگر آپ اجالے کے ساتھ ہیں تو تجلی کو فقط جھوم
 جھوم کر داد دینا کافی نہ ہوگا عملی حوصلہ افزائی بھی آپ ہی
 کے ذمے ہے۔ ہم تو اپنی بھی بھر پوری کی حد تک لڑے ہی
 جاتیں گے، لیکن آپ کے حصے میں انعام آخرت اسی صورت
 میں آئے گا جب کہ آپ بھی ہاتھ پیروں کو تکلیف دیں۔

دعا علیہ السلام

قرآن مترجم
 حضرت علیؓ کے ترجمے پر علامہ شبیر احمد
 عثمانیؒ کے سیر حاصل تفسیری حواشی لائے مشہور
 و مقبول ہو چکے ہیں کہ اب کسی تعارف کی ضرورت نہیں۔
 عمدہ سفید کاغذ پر طبعی چھاپی کا پاکستانی ایڈیشن خالص
 کی حیرت ہے۔ ہر پر جلد بائیس روپے۔
 مکتبہ تجلی - دیوبند دیوبند

ایک خبر کی تردید

پچھلے ماہ تجلی کی ڈاک "میں" آت ہے بے لگام مبلغ "کا عنوان ہے کہ مولانا ارشاد احمد صاحب کے متعلق ایک سوال کا جواب دیا گیا تھا۔ اس کی اشاعت کے بعد مولانا موصوف ہی کا کتب گرامی میں موصول ہوا ہے جسے دیکھ کر ناظرین کیا جاتا ہے۔

خط

حضرت جناب ایڈیٹر صاحب تجلی! سلام مسنون۔
خدا کرے مزاج گرامی بعافیت ہوں۔

اس ماہ کے تجلی میں آن محترم نے ایک سوال کے جواب میں جو طویل تحریر شائع فرمائی ہے اس کے متعلق صرف اتنا عرض کر دینا کافی ہے کہ میں نے بیگانہ میں بھی ایسی تقریر نہیں کی جس میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کے متعلق یا ان کے متعلق کوئی بات بھی ہو، یہ میری عادت بھی نہیں ہے بلکہ پھر موجودہ دور میں تو میں اس قسم کے اختلافات کا برسیر عام اظہار مناسب ہی نہیں سمجھتا۔ البتہ اگر کوئی سوال کرے تو میں صرف اتنا ضرور عرض کر دیتا ہوں کہ جماعت اسلامی اور دارالعلوم میں مسلک کے اعتبار سے اختلاف ہے۔ اور وہ مولانا مودودی صاحب کے تفردات ہیں۔ آج جس طرح بھی چاہیں بیگانہ کے ان حضرات سے تحقیق فرما سکتے ہیں جو وہاں موجود ہیں۔

والسلام

احقر ارشاد احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۹/۲/۸۷

جواب

حضرت مکرم سلام ورحمت
یقیناً کہتے آپ کا والا نامہ پا کر بے حد خوشی ہوئی
میری طبیعت پہلے ہی ابا کر ہی تھی کہ آپ جیسے مرد با
اور سلیم الطبع عالم کی زبان سے اس قسم کی رنگ باتیں
نہیں نکل سکتیں۔ اسی لئے اپنے جواب میں ایک سے
زائد بار میں نے واقعے کی صحت و صداقت پر بے اعتباری
کا صریح اظہار کیا ہے۔ الحمد للہ اب تک کتب کے تصنیف
کر دی۔ یہ تو میرے لئے مشکل ہے کہ تحقیق و تفتیش کی کج
کاوی میں پڑوں۔ آپ کے صریح الفاظ میں اپنی پوزیشن
واضح فرمادی یہی بہت کافی ہے اور ظاہر ہے کہ جو بھی صحیح
گفتاری بنائے سے جواب میں سرزد ہوتی ہے اس کا کوئی
تعلق اب آنجناب کی ذات گرامی سے باقی نہیں بچانا
جواب کا ہدف تو صرف وہی شخص ہو سکتا ہے جس نے
مذکورہ تقریر کی ہو۔ آپ کے نہیں کی تو ہدف بھی آپ نہیں
ہو سکتے اور اگر کسی نے بھی نہیں کی تو کوئی بھی ہدف نہیں

فقط والسلام

عابد عثمانی

اردو کا قتل عام

ہندوستان میں اردو زبان اس بات کو مدلل کرنے کا بہترین
 ذریعہ ہے۔ اردو کے علاوہ کسی اور زبان کو ہندوستان میں باقی رکھا
 جائیگا ہے یا ایک نیک پر کوشش کرنے کا ارادہ ہے؟ اگرچہ زبان کی نسبت
 سے اردو صرف مسلمانوں کی نہیں بلکہ وہ سب کی مشترک زبان ہے۔
 لیکن اس کا ہندوستانیوں کے خاص مسلمانوں سے تعلق رکھتا ہے اور اس
 اعتبار سے مسلمانوں کی اس سے خاص تعلق رکھتا ہے۔

سب سے پہلے اردو کا نام ہی اس طرح رکھا گیا ہے کہ اس کا
 اس کے اردو کو قومی اور ہندوستانی کے طور پر لیا جا رہا ہے حکومت نے
 اردو کے بارے میں یہ صورت اختیار کی ہے کہ وہ آسان پوری سے
 کہ زبان مختلف نہیں ہے۔ یعنی اردو کو اس طرح آہستہ آہستہ ہارا
 جائے کہ اس کے شہ سے بچ نہ سکیں۔ دنیا کو دکھانے کے لئے آئین
 میں چودہ زبانوں کے ساتھ اردو کو بھی قومی حیثیت سے رکھا گیا ہے
 اگر کسی نے حکومت کی پالیسی کو سمجھا تو اسے فوراً آئین کا حوالہ دینا
 چاہئے اور اس کو اپنی صورت حاصل ہے اور اس زبان کو حیثیت
 حاصل ہو اسے کوئی اور نام نہیں دیا جائے اور ہندوستان کے ہر
 حصے میں اردو کو قومی سے قتل کیا جا رہا ہے اور اس کا ہر حصہ کو اردو
 اور اس کو اس طرح حیرا حیرا ہے کہ اردو کے قتل کی طرف اس کا رخ
 ہو گیا ہے۔ اردو قتل ہوتی رہے اور اردو والے اس کا کڑا
 کھیل رہے ہیں کہ اردو کی طرف سے بائیں ہونے کی ضرورت
 نہیں ہے۔ لیکن اس میں اردو کو قتل کی ہے ایک بگڑے لوگوں نے لسانی
 کے لئے اردو کو سکا ہائے میں شکایات کی ہیں اور انہوں نے
 ان شکایات کو بھی پوری کے ساتھ سنا ہے اور ان کے اثرات کا
 پورا پورا اثر ہے۔ لیکن حکومت نے اردو زبان ہی میں ایک ایسا
 سیدھا سیدھا اور ہندوستان کے مسلمانوں کو سنا ہے اور اردو کی
 اس کے لئے اس کے لوگوں کو سنا ہے اور اس کے لئے اس کے اردو
 کا قتل ہی ہے۔

لیکن جاننے والے جانتے ہیں کہ اب اردو کا پورا حال ہے
 اور اس کو قومی سے اس کی ترقی کا انتظام ہو رہا ہے۔ اس کا مطلب ہے
 اشریت کے ایک بڑے طبقہ کا ترجمان ہے بار بار حکومت کے طرز عمل کا
 پتہ قاش کرتا رہا ہے۔ اب اس نے پھر اردو کے مستقبل پر اپنے
 خیالات کا اظہار کیا ہے، اس نے لکھا ہے "ایک نئی اپنی خط
 میں پڑھتے ہیں جیسے ملک میں اردو کا مستقبل کیا ہے؟ کئی رخصت
 سوچا ہوں کہ اس کا کیا مطلب ہے اس کی کو ایام میں دینا نہیں
 چاہتے کسی کو نذر کرنا ہی نہیں چاہتا۔ لیکن جذبات سے بڑے بہت کہ
 شہدے دل سے سوچے کے بعد اس پر پورا پورا یقین ہے کہ ملک کی اس
 سے بڑی طاقت دور رہے اور اس کو قومی سے قتل کرنے کی کوشش اس
 ملک میں ہو رہی ہے۔ قتل کا نام کوئی نہیں لیتا۔ سب طرف کہا جاتا
 ہے اردو بھی ہمارے ملک کی ہماری قومی زبانوں میں سے ایک ہے
 ملک کی راج مہاشا ہندی ہے۔ باقی تیرہ زبانیں قومی زبانیں ہیں
 ان میں ایک اردو بھی ہے لیکن اس کی طور پر کچھ ہوا ہے اس کا نتیجہ
 صرف یہ ہو گا کہ اردو کو دیگر زبانوں میں نہ گاند تیرا ہی۔ دھیرے
 دھیرے یہ زبان اگر قومی طور پر نہیں تو قومی طور پر ہو جائیگی اور
 اور آئین میں اردو کا نام ہے کا ضروری، لیکن علی طور پر اردو کو
 جاننے والے اس کے لئے تلاش کرنے پر اس کے یہ تصور واقعات
 کی عکاسی کرتی ہے اور ان ساتھ قومی کا سرپوش اٹھا دیتی ہے جو
 حکومت کی پالیسی کو اور رنگ میں نہیں کرتے ہیں اور جن کا ایک کام
 ہے کہ آئین کی طرف سے بائیں ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔

سما صرتے لکھا ہے کہ آئین اور قانون میں اردو کا نام ہندو
 رہے گا۔ مگر حقا اس کی حیثیت ایسی کہ وہ ہی جائیگی کہ اس کے جاننے
 والے تلاش کرنے پر ہی نہ مل سکیں گے۔ اس کا مطلب یہ ہو گا
 میں صرف ہندوستان ہی وہ ملک ہے جس کی حکومت آئین اور
 قانون کے سایہ ہی میں زبان اور ہندوستان کا قتل عام کرتی ہے وہ

آئین کا نام لیتی ہے اور اسی کے لیے ترقی جلاتی ہے۔ یہی وہی انداز
کی جان لیں جسے گی اور آئین میں اس کا نام بدستور لکھا رہے گا
ہماری مصیبت اردو کا قتل نہیں بلکہ وہ غیر تحریری قانون ہے جو
اندر ہی اندر پائیدار ہے اور جس کی زد میں مسلمانوں کی
پوری زندگی آج بھی ہے۔

معاشرے کو کھلے کہ تمام ریاستوں میں ہندی اور انگریزی
لازمی ہے اور لازمی نہیں ہو لوگ ملازم رکھے جاتے ہیں۔ ان کو
ہندی انگریزی جانتا شرط ہے۔ اردو جانتا شرط نہیں پھر کوئی
اردو کیوں پڑھے لکھے؟ اس کا شور یہ ہے کہ حکومت اعلان کرے
کہ جو شخص اردو نہیں جانتا اسے ملازمت نہیں ملے گی۔ یہ جب تک
ایسا نہیں ہوتا تک اردو کا مستقبل میرے خیال میں نہ ہونے کے
برابر ہے۔ گو کہ حکومت ملازمتوں کے لئے اردو جانتا شرط قرار
دے گی؟ کبھی نہیں کیونکہ مقصد اردو کو قتل کرنا ہی اس کو چاہتا نہیں۔

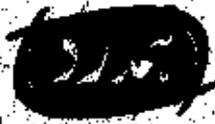
مگر ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ حکومت اردو کو اس لئے برقرار
نہیں کر سکتی کہ اس کے ذریعہ مسلمانوں کی ہندی زندگی باقی رہتا
ہے۔ وہ مسلمانوں کی دیگر خصوصیات کو کب باقی رہنے دے گی اور وہ
زبان کو صرف اس لئے شایا جا رہا ہے کہ اس کے لئے ہی مسلمانوں
کا کچھ باقی نہیں رہے گا اور پھر ان کا نام کرنا آسان ہو جائے گا جو
بات حکومت نے بھی ہے اسے اردو والے آج تک نہیں سمجھ کر
وہ آئین کے سایہ ہی میں اردو کا جناحہ کھلے ہوئے دیکھ لیں گے
آئین باقی رہے گا اور اردو کا خط پڑھے والا بھی نہ مل سکے۔
معاشرہ طلبہ کو جس خطرہ کا احساس ہے وہ اس ادارہ
کو نہیں ہے جو اردو کے تحفظ ہی کا نہیں ترقی کا فرض ہی
انجام دینا چاہتا ہے۔

دہلی ۳۱ اگست ۱۹۴۷ء

آپ کا نمبر خریداری آپ کے پتے کی چٹ پر لکھا ہوتا ہے۔ اسے نوٹ کر لیجئے اور دفتر سے مراسلت میں
ہمیشہ اس کا حوالہ دیجئے



نونہال
آپ کے بچے کے لیے ایک نعمت
نونہال کا صرف ایک چمچ آپ کے بچے کو ہر روز دن کو دینی کا
ایک خزانہ فراہم کرتا ہے۔ اپنے بچے کو دن رات کے چوبیس
گھنٹے صبح و شام درست رکھنے کے لیے نونہال گراٹھ سیرپ
اور نونہال بے بی ٹانگ استعمال کریں۔



دہلی، کانپور، پٹنہ

مستقل مسائل

تجلی کی ڈاکھ

چاند کا سفر

سوال نمبر ۱۔ از محمد عطار اندر حاتی۔ ضمیمہ صلیح دیوبند
 دیا ترقی کی اس منزل پہنچ چکی ہے جہاں تک ایک
 صدی پہلے پرواز قہر کی رسائی بھی شکل تھی۔ ابھی ابھی
 واکسٹ کے "ایجنڈ" میں خبر شائع ہوئی کہ چاند کا سفر
 یعنی امریکہ کا خلائی سیارہ پر سفر کا مشقہ جمعہ کی شام کو
 چھ بجکر ۵۰ منٹ پر چاند پر اتر گیا۔ اہمیت سے لوگ نے نہیں
 میں جھگڑا ہے، میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں مثلاً کہ یہ کہتا ہے
 کہ چاند انسان نہیں بن سکتا۔ کچھ کا خیال ہے کہ کچھ ممکن
 ہے۔ قرآن اور حدیث کی روشنی میں کون حضرات حق بجانب
 ہیں؟ لید کہتا ہے کہ قرآن اور حدیث میں یہ الفاظ موجود
 ہیں کہ انسان چاند پر نہیں پہنچ سکتا یہاں انسان کی عقل
 سے کام ہے کیونکہ چاند کے ارد گرد ایک ایسا ہوا چلتی رہتی
 ہے کہ ایک انسان کیا بلکہ سارے جان کے انسان چاند پر
 جانا جاہل ہیں تو وہاں ایک ایسی ہوا ہے کہ اسی ہوا کے گھٹ
 میں قیامت تک کے لئے مسکن رہیں گے نہ اڑ پر جاسکتے ہیں
 نیز زمین پر آسکتے ہیں۔

الجواب

جن لوگوں نے قرآن و حدیث کو پڑھنے کی طرح پڑھا اور
 دین کو جاننے کی طرح سمجھا ہے ان کے لئے تو یہ سوال کوئی نیا
 نہیں رہتا کہ انسان چاند پر پہنچ سکتا ہے یا نہیں البتہ
 بعض جاہل یا ہم جاہل لوگ اس عجیب و غریب اندیشے
 میں ضرور مبتلا ہیں کہ اگر یہ انسان چاند پر پہنچ گیا تو مذہب

کی شان کو بگڑے گا۔ مذہب کی شان کو بگڑے لگتا ہے کہ
 ان کے لئے ناقابل برداشت ہے اس لئے آسمان تک
 انہوں نے صدیوں سے پہنچنے کی یہ سوچی ہے کہ چاند میں سانی
 کو ہی ناممکن قرار دیا جائے۔ یہ وہی مشرک و کافر
 حرکت ہے کہ آندھی آئے تو حضرت میں تھالو۔

عجب خود مسائل پر بھی ہے کہ جب لید نے چاند کے
 ارد گرد چلنے والی ہوا کے سلسلے میں قرآن و حدیث کا حوالہ دیا
 تو انہوں نے کیوں نہ اس سے بڑھا کر لاد کھلاؤ و قرآن یا
 حدیث میں اس جگہ یہ اکتشاف مندرج ہے۔ آندھ تر جہ سے و
 تفسیر و قرآن تو آج کل ہر ہستی میں دستیاب ہیں اور احادیث
 کے مشترک عجیب سے بھی آندھ کے قالیس میں دھل چکے ہیں۔

ایسی طرح سمجھ لیا جائے کہ جس کسی نے بھی یہ باتیں کہیں
 حماقت کا ثبوت دیا اور قرآن و حدیث پر الزام لگایا تو قرآن
 کے موضوع ہی سے یہ عقوبت خارج ہیں کہ چاند سورج کے ارد گرد
 پلان کے اندر کیا ہے اور آدمی وہاں پہنچ سکتا ہے یا نہیں۔
 قرآن و حدیث یہ رہتانی دیتا ہے کہ انسان کا رویہ اپنے خالق
 کے لئے کیا ہونا چاہیے اور دنیا کی زندگی اسے کن اصلاحاتی
 اقدار و اصول پر متوا کرنی چاہئے۔ سائنس ہوا علم نجوم
 یا جی ہو یا اقلیدس کسی بھی علم و فن کے بارے میں قرآن و
 حدیث نئی گفتگو نہیں کرتے لیکن یہ وہ ضرور بتاتے ہیں کہ
 کوئی ایسی قدر میں اور اصلاحاتی بنیادیں ہیں جن پر ہر علم و
 فن کے سلسلے میں لازماً ملحوظ رکھنا چاہئے، چنانچہ کسی بھی علم و
 فن کی تائید یا تردید نہ نعت یا تحسین قرآن و حدیث اس

ہوے کرتے ہیں کہ اس علم و فن کے استعمال میں کس حد تک ان کی تعلیم ضرورہ قدروں اور اصولوں کی پاسداری کی گئی ہے اور کس حد تک نہیں۔

انسان نے ریل بنائی۔ پھر موٹی جہاز بنا یا۔ پھر خلائی راکٹ بنائے۔ اس کی منت نئی ایجادوں کا آج شمار بھی مشکل ہے لیکن اسلام مجربان ایجادوں سے کوئی بحث نہیں کرتا بلکہ وہ ان مقاصد سے بحث کرتا ہے جن کی خاطر یہ ایجادیں استعمال کی جا رہی ہیں۔ انسان چاند میں پہنچا یا چاند سے بھی دور تر کسی ستارے میں ڈیرے ڈالے قرآن وحدیث کو اس سے کوئی سروکار نہیں دہا اس غیر متعلق بحث میں پڑتے ہیں کہ سائنس کے سہارے آدمی کیا کچھ کر سکتا ہے اور کیا کچھ نہیں کر سکتا۔ انھیں ذہن پر یہ دیکھنا ہے کہ آدمی کے معتقدات کیا ہیں، انداز فکر کیا ہے، اعمال کس نوع کے ہیں اور اسے مالک و خالق کے بارے میں اس نے کیا روش اختیار کی ہے۔

دیے مکن اور نامکن کی بحث میں پڑا جلتے تو قرآن میں متعدد ایسی آیات با سائنس مل جاتی ہیں جن کی معنوی وسعت آج کل کے خلائی سفر اور جدید سے جدید تر کھشاکا جو بھی غلطیے اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ انسان کا چاند ستاروں کی دنیا میں پہنچ جانا ان آیات کی توشیح ہی کرتا ہے نہ کہ عقیدہ۔ مثلاً **حَمْرُ سَجْدَہ** میں فرمایا گیا۔

سَنُرِیْهِمْ آیَاتِنَا فِی السَّمٰوٰتِ وَرَیِّ اَنْفُسِهِمْ
حَتّٰی یَسْجُدُوْا لِحَمْرٍ
اَسْمَا اَلْحَمْدِ -

ان آیات میں سورنوں اور نشانیوں اجمالی ذکر ہے انکا قوی مصداق اگرچہ حضرت انبیاؑ تو حات اور کامرانیوں ہیں جو اسلام کو دور آغاز میں حاصل ہوئیں لیکن کوئی بھی ایسی چیز جس کے قرآنی حقائق کا ثبوت ملتا ہو۔ خواہ وہ کسی بھی زمانے میں سامنے آئے اس کے دائرہ اطلاق سے باہر نہیں ہے حفظ آفاق کا اطلاق پوری کائنات پر ہوتا ہے اور تم سے کم اس حصہ کائنات پر تو ہونا ہی ہے جو اہل دنیا کی نگاہوں کیسا ہے

ہے۔ اندازہ یہ حد گناہ تک بھلی ہوتی نفاض سلیط یہ مہرہ ماہ یہ نجوم دکو اکب یہ کہکشاں یہ کشش اور گردش کا نظام سب آفاق میں شامل ہیں اور آج کا انسان ان لواہیس فطرت کے جتنے بھی اسرار و معارف دریافت کرنا چاہا ہے ان سے پیش از پیش قرآن کی یہ بنیادی اور محمدی تعلیم اور مسلم ہوتی جا رہی ہے کہ اس عظیم کائنات کا کوئی نہ کوئی صالح ضرور ہے اور صالح بھی ایسا جس کی قوت و قدرت دانائی وحکمت اور فہم و تدبیر کی کوئی انتہا ہی نہیں۔ اس طرح آج کی خلائی پیش رفتیاں اور نئے نئے اختراعات صریح طور پر آیت مذکورہ کی تصدیق ہی کرتے ہیں نہ کہ تردید تغلیط کتنے ہی سائنس دان ہیں جو نفاض سلیط کے تحقیقی جائزے کے دور ان بکار آگئے ہیں کہ بے شکت غیر العقول کائنات یہ جھکا را حرام کی بے مثال دنیا یہ کشش اور حرکت و گردش کا لا جواب نظام، آپ سے آپ و جوڑوں آجاتے والی چیز نہیں ہو سکتی اور اس مہوت کن باقاعلی کے ساتھ اس کا وجود باقی نہیں رہ سکتا جب تک کہ اس کی پشت پر کوئی اعلیٰ درجے کا صالح، منظم اور نگران نہ ہو۔ ایسا نگران جس کی بے انداز قوت و قدرت کا ادنیٰ تصور بھی انسان نہیں کر سکتا۔ جو اپنی صفات میں کیا اور صلاحیتوں میں لانا تانی ہے۔

جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ لوگ سادہ لوح اور نادان ہیں جو اس توہم میں گرفتار ہیں کہ انسان چاند پر پہنچ گیا تو فوراً اس کا زمین صافی پر کوئی داغ آجائے گا۔ سائنس کوئی شکر و اسلام سے نہیں ہے اور ہو بھی کیسے سکتا ہے جب کہ اسلام دین فطرت ہے اور سائنس کا جو مہرجات بھی فطرت ہی ہے طبعی حقائق سائنس کی بلند ہوتی ہوئی عمارت میں اینٹوں کی حیثیت رکھتے ہیں اور طبعی حقائق ہی کا دوسرا نام "فطرت" ہے۔ آدمی چاند پہنچے یا نہ مل و عقلا و دیگر کشت گائے۔ بل گاڑی میں چلے یا چپا س ہزار میل کی رفتار سے خلا میں سیٹے بھرے۔ وہ فرض محال سوچ میں بھی کود جائے تو اس سے قرآن و سنت کی کسی تعلیم کسی صداقت

اور کسی پیش گوئی پر حروف آئے کا سوال ہی نہیں ہوتا
اسلام اس تو بحث کرے گا کہ فلاں ایجاد فلاں مذہب مفاد
کے لئے استعمال ہونے کی وجہ سے یا ترین ایجاد ہے اور
فلاں ایجاد فلاں محمود مفاد میں استعمال ہونے کی باعث
لائق حمد تسمیہ ہے۔ وہ اس سے بھی بحث کرے گا کہ نت
نئی ایجادیں کرنے والوں کا رویہ دین و اخلاق کے رُخ
پر کیا ہے اور وہ جس منکر و تہذیب کو قائم کرے ہے وہ کن
حدوں تک اسلامی اصول و اقدار سے مطابقت رکھتی ہے
لیکن اس سے اسے کوئی بحث نہیں کہ انسان جانندہ ہے یا نہ
گا سکتا ہے یا نہیں اور سمندر کی تہ میں تہی بنا سکتا ہے یا نہیں

مختلف مسائل

سوال ۱۷۵۰۔ سید غفار حسین - نغلام آباد۔
ہاں لوگ گیا ہوں شریف کی نیاز سے ہے ہیں اور
ختم قرآن بھی کر رہے ہیں اور بریانی پکا کر فاتحہ وغیرہ دیا
جائے گا۔ کھانے کے بچنے اور اوقات خریدنے گئے اس میں
بہت سے ہندوؤں نے بھی چندہ دیا ہے اور مسلمانوں نے بھی
اور ایک ہندو نے ایک بکرا بلا اخذ قیمت تحفہ دیا ہے۔
آپ ہندوؤں سے چندہ لیکر فاتحہ وغیرہ دلانا جائز ہے؟ بعض
اشخاص کا کہنا ہے کہ کافر (اہل ہندو) درگاہ مقبرے اور
مسجدوں کی تعمیر میں بھی چندہ دیتے ہیں وہ کیوں قبول کیا
جاتا ہے اور ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ مجبوری میں سب حرام
چیزیں بھی جائز ہو جاتی ہیں۔ ہندوستان دارالحریب ہے یہاں
تو سود بھی جائز ہے۔ دوسرے مسلمان ہندوستان میں تازین
سرمکار ہیں وہ قومی چندہ کی سلامی کے وقت اسے سلام بھی
کرتے ہیں۔ ایسی صورت میں جائز ہے یا نہیں؟ ازراہ کرم
امور محمد سے متعلق احکام دین سے تفصیلی طور پر ایسا فرمائیے۔
(۲) نماز پڑھنے کے بعد جب دعا پڑھی جاتی ہے اس وقت
ایک امام صاحب قبلہ کی جانب بیٹھ کر کے مقتدیوں کے بالمقابل
بیٹھ کر دعا پڑھتے ہیں۔ یہ کہاں تک درست ہے؟
(۳) بزرگان کا عرس کرنا۔ اس میں شریک ہونا۔ بزرگوں

کے مزار پر جا کر سنتیں پانگھنا۔ وہاں جا کر بکرا ذبح کرنا اور بریانی
پکا کر کھانا کھلانا کتاب و سنت کی روشنی میں کیا حیثیت رکھتا
ہے۔

(۴) رجب کے کوٹے کرنا، شب برات میں علوہ پکانا اور
اس پر فاتحہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟
(۵) شادی میں لڑکے والے لڑکی والوں کے جوڑے گھوڑے
کے عثمان سے مانگتے ہیں اور اتمام حجت کے لئے معترضین
سے کہتے ہیں کہ وہ تو تحفہ کی ایک صورت ہے۔ اس خصوص
میں احکام دین کیا ہیں، ازراہ کرم تفصیلی طور پر مطلع فرمائیے۔
(۶) ایک صاحب کا بیان ہے کہ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی،
الہ آبادیونہیہ اور امام مٹھانی کو تسلیم نہیں اتنے اور کہتے ہیں کہ
مولانا نے کہا ہے کہ جس قسم کے فتاویٰ امامین مذکورہ صدر
دیتے تھے مولانا مودودی بھی لے سکتے ہیں۔ اس خصوص میں
اپنی معلومات و خیال سے ایسا فرمائیے۔

(۷) درگاہ نماز جمعہ واجب ہے۔ روز جمعہ ادائیگی نماز فرض
ظہر کے لئے کیا احکام ہیں؟
الجواب۔

معلوم ہوتا ہے آپ تجلی کے تھے تھے قاری ہیں اور
عام فہمی لٹریچر بھی آپ کی نظر سے کم ہی گذرا ہے ورنہ ان
سوالات کی نوبت ہی نہ آتی۔ تجلی میں بیسیوں باران پر مفصل
لکھا جا چکا ہے اور بہت کتابیں ان موضوعات پر بازار
میں موجود ہیں۔

خیر فقیر جوابات یہاں بھی منجیے۔ سوالوں کی ترتیب
ہی سے جوابات پیش خدمت ہیں۔

(۱) گیارہویں، سترہویں، چہلم رجبی، عرس صندل
پیساری رسمیں اور تقریبیں اس دین سے تو کوئی تعلق نہیں
رکھتیں جو خدا کے آخری پیغمبر کے ذریعہ دنیا کو پہنچا ہے اور
جس کی آسمانی کتاب "قرآن" ادنیٰ تبدیلی کے بغیر انسان کے
ہاتھوں میں موجود ہے۔ پھر یہ کس دین کے برگ و بار ہیں سکا
جو اب خود ان سے لوجو انھیں سینے سے لگا سے ہوتے ہیں۔
ہلکے نزدیک تو یہ سراسر من گھڑت ہیں اور بدستی

ان کا جوڑ اسلام سے لگایا گیا ہے۔ ایسی ہی حدت طرازی، گھڑنت اور ایجاد کاری کو اللہ کے رسول نے بدعت قرار دے کر اس سے بچنے کی ہدایت فرمائی ہے۔

جیتا مسلموں ہو تو اس گنج کادی کا سوال ہی کیسا رہ جاتا ہے کہ بدعی تقریبات میں غیر مسلموں کے چندے کی شمولیت درست ہوگی یا نہیں۔ ایک شہزادی کسی مفتی سے یوں پوچھے کہ میں شراب پیو دی کی دکان سے خریدوں یا مسلمان کی۔ تو اسے سخرہ کہیں گے۔ ایک چوریوں سوال کرنے لگے کہ نقب لگانے کے لئے کسی ہندو دکاندار سے آلہ نقب زنی خریدنا جائز ہے یا نہیں تو اس پر فقہہ لگانا پڑے گا۔ ٹھیک اسی طرح یہ سوال بھی مضحکہ خیز اور لایعنی ہے کہ قرآنی تعلیمات اور فقیر کی سنت کے بالمقابل جو نئی شریعت گھڑ لی گئی ہے اس میں غیر مسلمین سے تعاون لینا جائز ہے یا نہیں۔

مقبروں اور درگاہوں کی تعمیر کا معاملہ بھی کم سے کم ہمارے لئے تو ایک معرکہ ہی ہے۔ ہم نے یہ شراخ لگانے کی بہت کوشش کی کہ ان احادیث صریحہ کی موجودگی میں جو قبروں پر عمارت سازی کو منع کرتی ہیں یہ پختہ مقبرے اور درگاہیں تعمیر کرنے رسم آخر کس منبع ہدایت سے نکلی ہے، مگر ہمیں کامیابی نہیں ہوئی۔ پھر ہم کس طرح بتائیں کہ ان کی تعمیر میں غیر مسلموں کا مالی تعاون جائز ہے یا ناجائز۔

ہاں مساجد کی تعمیر میں بے شک یہ پہلو زیر بحث آ سکتا ہے لیکن بحث اس سے کی جائے جو تشنگو کے آداب بھی جانتا ہو۔ ایسے لوگ علم و تفقہ کی باتیں کیا سمجھیں گے جن کا سارا سرمایہ محض اندھی تقلید، اندھی عقیدت اور توہمات کی غلامی ہو جو جتنے نزدیک قرآن کی آیت سے زیادہ کسی پر فقیر کا قول معظّم اور حدیث صحیحہ سے بڑھ کر کسی شیخ و درویش کا ارشاد مکرم ہو۔ جو رسم و رواج کے دھاسے میں بے شعور تشنگی کی طرح بہہ رہے ہوں اور اصل دین کو بس پشت ڈال چکے ہوں۔ خدا ہی جانے آخرت میں وہ لوگ کس دردناک عذاب کا نشانہ بنیں گے جنہوں نے اولیاء کی عقیدت

اور طرفیت و تصوف کے نام پر توحید کے ماہ صافی میں سرک زندقہ اور توہمات و خرافات کی ایسی مظالمیں آمیز کر دی ہیں کہ اب یہ گارٹھا اور گدلا پانی ہی ماہ صافی کہلانے لگا ہے اور جو آنکھ والا اس کی غلاظت و لعفن کی طرف توجہ دلائے اسے بددین مگر اہ قرار دیا جاتا ہے۔

بیچ رہے کہ عرسوں کے میلے، قوالیوں کے جشن گیارہویں اور سترھویں کے بھیٹے اور اس قبیل کی تمام ہی بدعتیں اپنی شرح اور حرج کے اعتبار سے ہندو مت کے مزاج اور طرز فکر کا پرتو ہیں اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ ہندو حضرات بھی ان سے خاصی دلچسپی رکھتے ہیں۔ پھر اچھا تو یہی ہے کہ ان میں اہل ہندو کا بھی جذبہ اور شرکت نہ صرف گوارا کی جائے بلکہ اسے خوب فروغ دیا جائے۔ آدمی شراب پیئے تو ڈٹ کر پیئے، جو کھیلے تو دل کھول کر کھیلے، مثل مشہور ہے کہ گڑ کھاؤ تو باٹھی کا کھاؤ جو پیٹ بھی بھرے فقط چڑیا اور کوسے کی بیٹھ کھانے سے فائدہ؟

ان حضرات کو آپ ان کے حال پر تھوڑے۔ خود آنجناب کے ہمارا معروضہ ہے کہ ان بدعات سے دور بھاگئے اور جو لوگ داسلم الحجاب کی اصطلاح کو کبھی جاہلانہ انداز میں استعمال کرتے ہوئے چند دستان میں سوہو کہ جائز کہہ رہے ہیں انہیں شیطان کا نقیب سمجھئے۔

(۲) فقہ نے بتایا ہے کہ نماز فجر عصر کے بعد امام کھڑے پڑائیں یا بائیں طرف کر بیٹھے اور تھوڑی سی تسبیح پڑھ کر دعا مانگے۔ باقی نمازوں میں اس کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ان کے متصل بعد فوراً دعا مانگ لینی چاہئے۔ اب اگر کوئی امام فجر عصر کے بعد اتنا زیادہ مڑ کر بیٹھ جاتا ہے کہ چہرہ مشرق کی اور پیٹ مغرب کی سمت ہو جاتی ہے تو یہ طریق پسندیدہ نہیں ہے۔ سبھی پہلو ایسا ہو جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ ارادۃً ایسا کیا جائے تو ترمی سے سمجھا دینا چاہئے۔ سمجھانے کے باوجود وہ اپنی ادا چھوٹے تو در یافت کرنا چاہئے کہ ایسا وہ کس بیباک پر کر رہا ہے۔

(۳) اس کا جواب نمبر ۱ میں ہو چکا۔ زیادہ تفصیل درکار ہو تو کتاب "بدعت کیلئے" ملاحظہ فرمائیں۔

(۱۴) یہ سب بھی بدعات ہیں جو اندہ ہی اندہ شجر ایساں کو کھو گئے تھے۔

(۱۵) یہ رسم اہل ہندو سے آئی ہے۔ خدا کی پناہ۔ ہرزی ہوش ادا مائل اس سے پناہ مانگتا ہے۔ رہا اسلام تو اسکے یہاں تو اس کے جواز کا موموں کو بھی امکان نہیں۔ جو سلطان معاشرہ اس اوندھی رسم میں ملوث ہے وہ دراصل کافرانہ معاشرہ ہے کیونکہ اسلام تو شادی کے معاملے میں مال اور چیز کا کوئی لڑکی کو تیار اور دیکھنے اور دینے کا بوجھ لڑکے پر ڈالتا ہے۔ ہرگز کے بغیر وہ نکاح ہی تسلیم نہیں کرتا۔ جس معاشرے میں اس ضابطے کو الٹ دیا جائے اس کے متعلق اس کے سوا کیا کہا جاسکتا ہے کہ وہ اسلام کا باغی اور کھنڈہ کا دھماکا ہے۔

تعمہ کی ایک ہی رہی۔ دنیا میں کہیں "تعمہ" جبراً بھی لیا جاتا ہے۔ تعمہ وہ ہے جو آدمی دلی آبادگی کیساتھ بلا طلب ہے اور نہ ہے تو کسی کو شکایت یا اعتراض نہ ہو۔ مذکورہ ناپاک رسم کے تحت جو مال و اسباب لڑکی والوں کو لینا جاتا ہے وہ تو لوٹ ہے، ظلم صریح ہے۔ اگر لڑکی والے غیر شادی کرنا چاہیں تو ایسے ہی وہ معاشرے میں کوئی شادی کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ کیا اسی کا نام "تعمہ" ہے؟

در اصل جب آدمی کسی برائی کو چھوڑنا نہیں چاہتا تو اس کے جواز کے لئے بہانے، جیلے اور آٹے کی سٹلے دلائل چھوڑتا ہے۔ چودہ سو برس کے تمام مستند علماء فقہاء شیوخ ائمہ اور صحابہ و اقیام اس برحق ہیں کہ شادی میں مالی ذمہ داری مرد کے سر ہے اور کوئی بھی اختلاف اس میں نہیں ہے کہ لڑکی والوں سے جوڑے چھوڑے یا کسی بھی نام سے کچھ رقم اور مال و اسباب مال کرنے کی تیکہ ساتھ عقد پر تیار ہونا نہایت ظلم ہے اصولی اور اسلامی تعلیمات سے بغاوت ہے۔

(۱۶) دنیا میں ہر بڑے عالم اندھ پر طرح طرح کے الزام گھرانے پھیر لگوں کا شیوہ رہا ہے۔ مولانا مودودی بھی اپنے دور کے عظیم مفکر اسلام اور مصلح وقت ہیں لہذا وہ کیوں الزام آؤترا سے بچ رہتے۔ آپ کو اگر ہم پر اعتماد ہے تو نوٹ کیجئے کہ یہ

الزام بھی ان سے شمار چھوٹے اور من گھڑت الزامات میں سے ایک ہے جو مولانا موصوف کے خلاف گھڑے جاتے رہے ہیں اور اب بھی گھڑے جاتے رہے ہیں۔

(۱۷) یہ آپ کے کس نے کہہ دیا کہ جمعہ صرف "واجب" ہے یعنی جمعہ کو مسجد میں ہے اور اسلام کے ان عظیم شعائر میں سے ہے جن کے انکار سے کفر اور ترک سے منکر لازم آئے۔

ہاں "واجب" کا لفظ اگر فقہی اصطلاح کے مطابق "فرض" کے مقابلے میں نہیں بولا گیا بلکہ اس سے مراد ضروری و لازمی "ہونا" ہے تو بے شک جمعہ واجب ہی ہے۔

جمعہ کے روز نماز ظہر کا کوئی سوال ہی نہیں۔ بعض علماء نے لڑواہ اعتنا ظہر کا سوال اٹھایا ہے، لیکن ان کا موقف کمزور ہے۔ جو شخص کسی مجبوری کے باعث جمعہ نہ پاسکے وہ تو بے شک نماز ظہر پڑھے گا مگر تنہا پڑھے گا۔ اس دن جامعہ ظہر کی اجازت نہیں ہے لیکن جو شخص نماز جمعہ پالے اسے ہرگز ظہر نہیں پڑھنی چاہیے۔

اس سلسلے پر بھی تجلی میں تفصیلی بحث آپ کی ہے۔

اسلام کے نادان دوست

سوال: از سید علی

ہمارا تہذیب ایک ملت حنفی اور دولت شافعی مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ دونوں مذاہب دالوں میں یہ عقیدہ رائج ہو چکا ہے کہ چاروں ہی مذاہب برحق ہیں اور ایک ہی درخت کی چار شاخیں ہیں۔ اس وجہ سے کبھی کبھی اختلاف کی بنیاد ہو گئی ہے جو انہیں ہوا اور ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنے میں بھی کمی نے کراہت تک محسوس نہیں کی لیکن جب کہ ہمارے شہر میں اہل حدیث لاہور اور ترحان دہلی یہ دو بڑے گروہ آئے لگے ہیں ایک نئے قسم کے جھگڑے کے لوگ پیدا ہو گئے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو کبھی حنفی بھی اہل حدیث کبھی سلفی کہتے ہیں اور شہر کے دونوں حنفی و شافعی مذاہب کو بدعت قرار دیتے ہیں۔ ان کی چند حرکتیں آنکھ کی حدیث اقدس میں پیش کی جاتی ہیں۔ رشتہ ہماری مدد فرمائیے اور قریب اشاعت میں انتہائی تفصیل کیساتھ

ان حرکتوں کی حقیقت سے آگاہ فرما کر عن اللہ ما جو رہو جیتے۔
شہر کے مسلمان انتظار میں نہیں گئے۔

(۱) تارک الصلوٰۃ شرابی بدکار سے دین بد معاشوں وغیرہ
سے ان لوگوں کو کوئی ڈھپسی نہیں۔ البتہ کوئی اللہ کا بندہ منساہ
پڑھ رہا ہوتا ہے اس سے اٹھ جائیں گے یہ ہاتھ ناف کے نیچے
کیسے باندھ رکھا ہے سینہ کے اوپر حلق کے قریب باندھو اگر
یہ کہا جائے کہ حنفی مذہب میں یہی حکم ہے تو ہمیں گے ارے کیا
ابوحنیفہؒ نبی ہیں کہ ان کی بات مانی جائے۔ رسولؐ نے سینے پر
ہاتھ باندھنے کا حکم دیا ہے۔ مختصر یہ کہ اس پر جھگڑا ہوا جاتا ہے
ان کا کہنا ہے کہ ہم اصلاح کے سلسلے میں انبیاء و شہداء کی طرح
مار کھانے اور مرجانے کے لئے تیار ہیں۔ کیا ان باتوں پر بار کھانا
اور مرجانا کاروا ہے؟

(۲) یہ تراویح نماز میں دو قسم کی حرکتیں کرتے ہیں کبھی پہلی
صفت میں کھڑے ہو جاتے ہیں آٹھ رکعت پڑھ کر صفوں کو تیسرے
ہوتے نکل جاتے ہیں تاکہ کوئی نہ کوئی ان حرکتوں کے بارے میں
کوئی سوال کر بیٹھے اور محبت و مباحثہ کا اندازہ کھل جائے اور
اسے مرغوب عقائد کو پیش کر کے لوگوں کو تذبذب میں مبتلا کرنے
کا موقع مل آئے۔

کبھی ہماری جماعت کے پیچھے الگ آٹھ رکعت پڑھ کر
مذاق اڑاتے ہوئے بیٹھے رہیں گے ہماری تراویح ہوتے ہی
ایک ایک کا بیٹھا کرتے ہوتے اور یہ کہتے ہوئے جائیں گے کہ
ہم نے الگ نماز کیوں پڑھی معلوم ہے؟ یہ لوگ ہیں رکعت
تراویح پڑھتے ہیں یہ بدعت ہے ہم نے بدعتوں کے پیچھے
نماز پڑھنا نامناسب سمجھتے ہوئے آٹھ رکعت پڑھی ہیں وغیرہ
(۳) پنجگانہ نماز میں ہماری جماعت کے فوراً بعد ہماری
صفت سے اٹھتے ہی حجاب کے بالکل قریب اپنی الگ جماعت کرینگے
حیدرین میں بھی یہی حالت ہے البتہ خطبہ نہیں پڑھتے۔

(۴) جمعہ کی نماز میں جو پورا اہمائیے ساتھ شریک ہو جاتے ہیں
مگر اس کا طریقہ یہ ہے کہ خطبہ شروع ہونے کے دس منٹ بعد
آتے ہیں اور لوگوں کی اگر دنوں پر سے بھاگتے ہوئے پہلی صفت
یا ممبر کے بالکل سامنے خطبہ کی حالت میں نماز شروع کر دیتے

ہیں۔ جس کی وجہ سے سامعین خطبہ اور خود خطیب صاحب
کو بڑی کوفت ہوتی ہے۔ سوال کرنے پر یہ جواب ملتا ہے
بِأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِن يَوْمِكُمْ
الْحَمْدُ فَالْحَمْدُ لِمَنْ مَرَاد ممبر کے سامنے والی دوسری اذان ہے
آج کل کی پہلی اذان بعد کی بدعت ہے اس کا کوئی اعتبار
نہیں۔ ہم قرآن خداوندی کے مطابق دوسری اذان کے
فوراً بعد پڑھتے ہیں آتے آتے دس منٹ میں خطبہ
ہو چکتا ہے۔ پہلی صفت میں اس لئے جاتے ہیں کہ حدیث
مشریف میں پہلی صفت کی فضیلت آئی ہے۔ خطبہ کی
حالت میں نماز پڑھنے کا حکم بھی حدیث میں ہی ہے آپ
نے فرمایا اِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ لِيُحْمَدَ فَلَا مَسَامِحَ
يُخَطِّبُ فَلْيُكْمِرْ بِرَكْعَتَيْنِ۔ تاہم نے خدا اور رسول
کی فرمانبرداری کی یا تم نے؟ اور اِذَا حَرَجَ الْإِمَامُ فَلَاحِ
صَلَاةٍ وَلَا جَلَامٍ كَذَا قَدْ أُثْرَتِمْ۔

اس حالت میں اب ہم آپ کے تجزیے اور فیصلے کے
منتظر ہیں خصوصاً جمعہ میں اذانین کی حقیقت اور جمعہ
میں حاضر کی کامنوں طریقہ اور حالت خطبہ میں منساہ
وغیرہ مسائل کے بارے میں۔

الحوادث :-

ایک مفتی اور حبيب یہ تو بتا سکتا ہے کہ فلاں عقیدہ
یا عمل شرعاً کیسا ہے لیکن یہ نہیں بتا سکتا کہ غلط اندیش اور
کو تاہ ہم لوگوں کے اٹھائے ہوئے فتووں سے کیسے جان
چھڑانی چلائے۔

جو طور طریق آپ نے اہل حدیث بھائیوں کے بتائے
اگر وہ امر واقعہ ہیں اور ان پر مبالغے کا رنگ نہیں پڑھایا
گیا ہے تو یقیناً وہ ایسا فتنہ ہیں جس کی سرکوبی ہونی چاہئے۔
حیرت ہوتی ہے کہ ارباب دین و دانش کو آخر ہو کیا گیا ہے
یہ بات تو ایک معمولی سمجھ بوجھ کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ
کوئی گروہ اپنی اس قسم کی حرکتوں سے ہرگز کسی کو اپنا ہمراہ
نہیں بنا سکتا بلکہ ضد، کدورت اور حساد و شقاق ہی کو جنم
دے سکتا ہے۔

آمین بالجہر، فاتحہ خلف الامام، رکعات تراویح، خطبہ جمعہ کے وقت سنت پڑھنا، نمازیں پانچ باندھنے کا صحیح مقام اور اسی نوع کے فروری مسائل میں اختلاف راتے عرصہ دراز سے جلا آ رہا ہے۔ ہر فریق کے دلائل کتابوں میں محفوظ ہیں۔ ہم اس وقت ان میں سے کسی بھی مسئلے پر وارد تحقیق دینا پسند نہیں کرتے۔ ہمیں تو صرف اتنا ہی کہنا ہے کہ ان مسائل کے اختلاف کو اصولی اختلاف کا رنگ دینا، ان کی خاطر نا بظننا، انھیں زیادہ سے زیادہ اچھلانا اور ان کے سہاگے باہمی افتراق کی طرح کو وسیع سے وسیع تر کرتے چلے جانا صرف احمقوں کا کام ہو سکتا ہے یا پھر ان دانش مندوں کا جو علم و دانش سے بہرہ ور ہونے کے باوجود شیطان اور نفسِ آمارہ کے فریب میں آتے ہوئے ہیں۔

اہل حدیث حضرات کے غلو، حسن نیت، حجت دین اور عشق رسولؐ میں ہمیں کبھی شک نہیں ہوا، انہیں ہمیں معلوم ہے کہ تقلید کرنے والوں سے ان کی بیزاری اور سنگدلانہ حدیث کو عام کرنے کے لئے ان کی تڑپ، قصد و نیت کی حد تک نہایت محض اور قابل احترام بنیادیں رکھتی ہے۔ وہ خیال فرماتے ہیں کہ مقلدین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا قلابہ گھردیوں سے اتار پھینکا اور اس کی جگہ ابو حنیفہ، ابن ادریس، ابن جنبل اور اسمعیل کے دوسرے لوگوں کی غلامی کا جو اکانہ ہوں پر رکھ لیا۔ یہ خیال ظاہر ہے ایک یومین کے اندر جذباتی اشتعال پیدا کرنے والا ہے۔ اسی اشتعال کی زد میں وہ بار بار تارت اور پیش مندی کی حدیں پھلانگ جاتے ہیں، اب کون ان کے دل و دماغ میں یہ بات آتا ہے کہ تقلید کی جوہری حقیقت ہرگز ہرگز یہ نہیں ہے جو آپ نے تصور فرمائی۔ یہ بے شک ہمیں اعتراف کرنا چاہیے کہ دوسری بے شمار برائیوں کی طرح تقلید میں غلو اور شدت کی برائی بھی خاصی عیاں ہو چکی ہے۔ تقلید ہی کے سرچشمے سے ایسی نہیں نکال لی گئی ہیں جن کا پانی بدترین قسم کی شخصیت پرستی اور جمود

کو بچا ہی کی گاد سے گدلا ہے اور اس میں تعفن اٹھ رہا ہے لیکن اس سے حقیقت نفس الامری میں توفیق واقع نہیں ہو سکتا۔ تقلید اپنی حقیقت کے اعتبار سے ائمہ و فقہاء کی غلامی کا نام نہیں ہے بلکہ وہ ایک محتاط اور فطری طریقہ ہے بلکہ انسان حاصل کرنے کا کہ دین کے نام پر ہم جو کچھ کر رہے ہیں وہ ٹھیک ٹھیک وہی ہے جس کی تعلیم ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی۔ ہر قانون اپنی تعبیر و تشریح میں اختلاف رائے کی گنجائش رکھتا ہے اور دن رات دیکھا جاتا ہے کہ ایک ہی قانون کے متن سے دیکھا اور دوسرا جو صحابان بالکل مختلف معانی مفہوم، مضمرات اور مطالب اخذ کرتے ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان میں سے فقط ایک شخص قانون کی اطاعت کا اوزار رکھتا ہے اور باقی سب قانون سے جان چھڑانے کی فکر میں ہیں۔ یہ سب قانون ہی کے مشع ہیں اور جو بھی رائے قائم کرتے ہیں اپنی دانست میں قانون ہی کے مطابق کرتے ہیں۔

بس ایسا ہی معاملہ ان ائمہ و فقہاء کا ہے جنکی تقلید کو امت کے سر ادا عظیم نے معمول بنایا ہے۔ یہ ائمہ و فقہاء چونکہ اعلیٰ درجے کے علم و تقویٰ سے تصفیت تھے اور خدا کے دین سے وفاداری، محبت اور اخلاص پر ان کی پوری زندگی شاہد عدل تھی اس لئے بعد کے لوگوں کو کبھی بات زیادہ احوط واقع اہذا نسب نظر آئی کہ اللہ اللہ رسولؐ کے قوانین کی تشریح و تعبیر میں ہم ان پر اعتماد کریں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جو غلامی ہمارے اوپر فرض میں ہے اس کا حق زیادہ بہتر اور اطمینان بخش طور پر ادا ہو۔

گویا تقلید اصلاً اس فاسد شے کا نام نہیں جس کا تصور اہل حدیث و متون کو مشتعل کرتا ہے بلکہ وہ حضورؐ کی غلامی کا ایک اقرب الی الصواب اور محتاط طریق ہے۔ وہ ایک مضبوط ترین ہے باہم حق تک پہنچنے کے لئے۔ وہ ایک راستہ ہے جو مسافروں کو ہر نوبت کی لوٹ اور ٹھکوں کے فریب سے بچاتا ہے۔ وہ ایک پیمانہ نورد ہے جو جاہد اطاعت کو روشن کرنے کیلئے تعبیر ہوا ہے۔ ہمارا موضوع گفتگو اس وقت تقلید نہیں ہے۔ یہ مجمل سی

تفسیر پر ہم نے صرف اس مقصد سے کی ہے کہ اہل حدیث حضرات
بنیادی حقائق کا ادراک فرمائیں اور ظلوکی ان وادیوں میں
داخل نہ ہوں جن کی شکایت انھیں قبوری شریعت کے
خراباتیوں سے ہے۔

چلیے کچھ دیر کو ان ہی لیا کہ اختلافی مسائل میں اہل
حدیث ہی کے مسائل و آراء کو اپنی برصواب ہیں۔ تب بھی
ان کی تبلیغ و ترغیب کا اسلوب جلیکا نہ ہونا چاہیے۔ یہ حرکتیں
جن کی شکایت مسائل نے کی اگر واقعی کی جا رہی ہیں تو یہ صریح
طور پر اصرار اور جھگڑی ہیں جن کی توقع چوتھے درجے کے کم
سواد اور کند ذہن لوگوں سے کی جا سکتی ہے۔ عقلاء ایسا مقبول
بھی نہیں کر سکتے۔

ہم مقلد اور غیر مقلد دونوں ہی حضرات سے ہاتھ جوڑ کر
عرض کریں گے کہ خدا کے لئے عقل و ہوش کے ناخن لو۔ فقہی
جزئیات کا اختلاف دین اور بے دینی، شرک اور توحید،
پردت اور سنت، حق اور باطل کا اختلاف نہیں ہے۔ یہ محض
ذہنی اور غیر اہم اختلاف ہے جو دنیا یا نہیں جا سکتا کیونکہ اس کی
جسٹین انسانی مشرت میں ہیں۔ آمین زور سے کہو یا آہستہ
لہا کے نیچے الجھ کر ٹھوہا خاموش کھڑے رہو، ہاتھ تاق پر باندھو
یا سینے پر تراویح کی آٹھ رکعتیں پڑھو یا بیٹیں۔ ان فروعات
میں کچھ نہیں رکھا۔ اصل نئے ہے اللہ اور رسول کی اطاعت
کا جذبہ، اخلاص و ولایت، تعلق باللہ، اخوت، ایمانی کامنور
گھنا خدمت کی لگن۔ اعلیٰ کلمۃ اللہ کا ولولہ۔ نماز پڑھتے
جوئے تمہارا طائر خیال اگر خرافات دنیا کی فضا میں پرواز کرتا
رہا تو چاہے آمین زور سے کہو یا آہستہ یہ نماز صابن کا بلبلی بن کر
ہوا میں گھیل ہو جائے گی اور تمہاری لوح نفس پر اس کا وندلا
ساقش بھی چسپ بنے گا۔ لیکن خیال اگر خدا سے جڑا رہا اور تکتے
کھجی احساس کر لیا کہ اس وقت تم اپنے رب کے حضور کھڑے ہو تو چاہے
ہاتھ تاق پر بندھے ہوں یا سینے پر یہ نماز تمہاری لوح نفس
پر چھری کی لکیر بن کر کت رہ ہوگی اور تمہارے رکوع و سجود کو لگانگ
لپنے دانوں میں سمیٹ لیں گے۔

تم نے دیکھا ساری دنیا کے آقا کے پر نماز پڑھتے پڑھتے

متوزم ہوتے ہیں۔ کیا تمہارے بھی پیروں پر کثرت قیام
کے بھی ورم آیا؟

تم نے دیکھا آئمہ کلال دین کو غالب اور باطل کو مغلوب
کرنے کی لگن میں سلسل بائیس سالوں تک کانٹوں اور انگلیوں
کے فرش پر چلا ہے۔ کیا تم بھی اقامت دین کی خاطر چند
ہی روز اس ذائقے سے آشنا ہوئے۔؟

اگر نہیں تو غور کرو یہ شیطان کا راستہ نہیں تو ادا کس کا
راستہ ہے کہ اصول کو چھوڑ کر فروع پر لڑتے ہو۔ روح سے سافل
ہو اور بدن کو سچی کچھ لیا ہے۔ اب بھی نسیعل جاؤ۔ اب بھی
اپنی غفلتوں اور غلط اندیشیوں کی اصلاح کر لو ورنہ زمانے
نے پہلے کس کو معاف کیا ہے جو اب کہے گا!

بس اس سے زیادہ پہلے پاس کوئی جواب نہیں ۱۱ اللہ
دھدی امن یشاؤ۔

تاریخ فلاسفۃ الاسلام

مصنفہ: محمد نطقی جمہ۔
ترجمہ: ڈاکٹر میسر

ولی الدین ایم، لے۔ بی، ایچ، ڈی۔
مسلمان فلسفیوں کی زندگی، فارابی، بوعلی سینا،
ام غزالی، ابن بابہ، ابن طفیل، ابن رشد، ابن خلدون،
اخوان الصفا، ابن عربی اور ابن سکویہ کے حالات و
افکار کا مجموعہ۔ قیمت آٹھ روپے پچھتر پیسے۔

انجیر الایضار
اخراج کے نیک بندوں کے حالات و واقعات
اہل علم میں مدت سے معروف و مقبول ہے مگر صرف اردو
چلنے والوں کے لئے اس سے مستفید ہونا ممکن نہ تھا۔ اب
اردو ترجمہ بھی آگیا ہے۔ شائقین فائدہ اٹھائیں۔

قیمت مجلد ہارہ روپے
حیات انور
علامہ آؤد شاہ کا شمیری کا مفصل تذکرہ۔
ان کے علوم و فنون اور غیر معمولی اصلاحیوں
کا تعارف۔ ان کی سنی آموز زندگی کا دلکش خاکہ۔
قیمت مجلد چار روپے

کیا ہم مسلمان ہیں؟

ان کی رگوں میں دوڑتے ہوئے خون کو۔۔۔ ان کے دل کی کوہ افکن استقامت کو۔۔۔ ان کے خمیر کی تہہ میں شعلہ زب تلاش حقیقت کو۔۔۔ قدم قدم پر۔۔۔ بار بار "حق" پکارتا آ رہا تھا اور۔۔۔ عمر اس پکار کو سنتے ہوئے۔۔۔ اپنی مخصوص شان بھنگی کو قائم رکھتے ہوئے۔۔۔ اندر ہی اندر۔۔۔ آہستہ آہستہ۔۔۔ قطعی غیر محسوس طور پر کھنڈ کی طرف اپنی پشت اور اسلام کی جانب اپنا رخ تبدیل کرتے آ رہے تھے۔

پہلی بار شاید وہ اس وقت چونکے تھے جب خانہ کعبہ میں کسی نے پتھر کے ثبوت پر عقیدت کا پڑھا داڑھا چڑھایا تو اس پتھر میں سے یہ آواز صاف صاف آتی ہوئی تھی جی کہ۔۔۔

"خدا کے سوا کوئی خدا نہیں ہے۔"

یہ تھی وہ پہلی پتھر تھری جس کا تجربہ ان کے دور کفر کو ہوا تھا۔۔۔ ہوا تھا اور فراموش ہو گیا تھا۔ اس لئے یہ اس وقت کی بات تھی جب محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے آخری رسول بنا شے جانے سے پہلے مکے کی گلی کوچوں میں عرب کے امین و صادق ہی کی حیثیت سے چلتے پھرتے تھے۔ فارحہ کی میرا سرا دتہا نہیں میں اپنے قلبی اضطراب میں غوطہ زن رہتے اور ان کی حالت زار میرا تسلیہ بہتے تھے یا ریگستانوں اور صحراؤں میں ریت کے خاموش ٹیلوں کے درمیان بیٹھ کر زمین و آسمان پر تکتے اور بیتاب نگاہیں ڈالتے اور حیات و کائنات کے انتہائی درد بھرے سوالات میں ڈوب جاتے تھے۔

اس کے بعد ایک بار پھر عرض نے خدا کی آواز سنی!۔۔۔ حق کی یہ سنسی خیز۔۔۔ تہلکہ انگیز آواز آج کسی ثبوت کے

وہ بھی کیسا جاں نواز وقت رہا ہوگا جب حضور کی درد بھری دعا کی صدا اے بازگشت بنے ہوئے حضرت عمر ابن خطاب کفر کی وادی تاریک سے اسلام کے کشور نور کو طرف پیش قدمی کر رہے تھے مگر خود انھیں بھی اس کی خبر نہ تھی کہ آج دارِ ارحم کی دیوار میں ان کے نعرہٴ توحید سے گونج اٹھنے کے لئے کیسی بیقرار و منتظر ہیں!۔۔۔ انھیں کیا گمان ہو سکتا تھا کہ پیغمبر اسلام کے خلاف جو تلوار اٹھوں انتہائی خوفناک ارادے سے بے نیام کی ہے وہ خود ان کے اپنے کفر پر برقی بے امان بن کر گر جائے والی ہے!۔۔۔ وہ نہ جانتے تھے کہ ان کے صاحب ایمان بہنوئی اور بہن کے چہرے جب عمر کے وحشیانہ پتھروں سے خون چکان ہو جائیں گے تو ان کے اس مقدس خون کی چند گھنٹیں ان کے دل کی ایک ایک دھڑکن پر عظیم اعلانِ ثبوت کر دیں گی۔۔۔

"خدا کے سوا کوئی خدا نہیں اور محمد اس کے رسول ہیں۔"

حضور نے اپنے خدا سے کفر کی جتنی بڑی توڑ دینے کے لئے یہ دعا مانگی تھی کہ "لے قادر مطلق! ابو جہل بن ہشام اور عمر ابن خطاب میں سے کسی ایک کو ہمیں دیدے!" ابو جہل کی تیرہ تجسسی جی کہ اس نے باغاتِ جنت کے بجائے جہنم کے آتشکدہ میں رہنا پسند کیا اس لئے ایک اولوالعزم رسول کی دعا بھی اس کے پتھر لے سینے سے ٹکرائی اور پلٹ گئی۔ مگر خطاب کے خوش قسمت بیٹے کی فطرت کو کفر کی ناپاک صلا تیں پتھر نہیں بنا سکی تھیں اس لئے یہ دعا کاتیران کے سینے میں ترزا رہو گیا۔

لیوں پر نہیں۔ دنیا کے سر سے کامیاب ہوتے ہیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہونٹوں پر گوہر تجلی ہوئی مسنائی کا ہی تھی۔ آج جس قدر اگرچہ اس ارادے سے اُدھر آئے تھے کہ فرصت کے ٹکڑوں میں کچھ دیر حق کے اس پیغام کے ساتھ چھٹہ خانی کا لطف اٹھایا جائے۔

مگر خدا نے نا دیدہ، خدا نے واحد کے آگے دست بستہ کھڑے ہوئے رسول کے پاک لبوں سے جو جانت آفریں اور وجد انگیز آواز آرہی تھی اس نے تو جیسے آج عمر کے پورے وجود کو سکے میں ڈال دیا تھا! عمر کھڑے کے کھڑے رہ گئے۔ اس وقت وہ سورہ الحاقہ کی عظیم آیات کو چھڑکی آواز میں سن رہے تھے۔ جن میں کبھی زمین کی دو غارت شدہ قوموں عادیہ و تمود کے کھنڈر ابھرتے تھے اور کبھی قیامت کے زلزلے کی گرج صاف سنائی دیتی تھی۔ کبھی یہ منتظر آنکھوں کے سامنے لایا جا رہا تھا کہ قبروں کے دہانوں سے مردوں کی بادل اُٹھتے ہوئے ہیں، ان خستر کی بکریاں دستوں میں پھلتے جا رہے ہیں تو کچھ چہرے سیاہ بڑھ گئے ہیں اور کچھ بھولوں کی طرح مسکرائے ہوئے ہیں۔ یہ کارواں آگے بڑھ رہا ہے اور اس ترانے کے گرد جمع ہو رہا ہے جہاں نیکی اور بدی کے دو پلڑوں میں پوری پوری زندگیوں کو تول تول کر رہتا یا جائے گا کہ کون خدا کی رحمت کا سخی ٹھہرے اور کون دوزخ کا ذیل میں رہن لٹا رہا ہے۔ اور پھر کس طرح ستر ستر گز کی بھاری بھرے زنجیروں کی ایک زبردست جھنگار ہوگی اور یہ منظر جاں مستان سامنے ہوگا کہ خدا کی فرض شناس پولیس مجرموں کے سلیجے کس ڈالے اور اب انھیں اہل جنت کے قسم قنات سے بہت دور اس دوزخ کی طرف ہٹا دیا گیا جو دور ہی سے تیوری چرہ ہائے جینتا دہاڑتا مسنائی نے رہا ہے۔

عمر ابن خطاب نے یہ آواز حق شناسی اور انھیں صاف محسوس ہوا کہ یہ آواز اب باہر نہیں خود ان کے اپنے سینے کے اندر بجلی ڈال رہی ہے۔ مگر ابھی تک دل جاگنا نہ تھا۔ سب کچھ سمجھ کر بھی کچھ میں نہ آسکا۔

کیسی عجیب و غریب آواز! "دل ہی دل میں وہ بڑ بڑانے اور پھر۔۔۔ خود ہی زیادہ سے زیادہ محض یہ نتیجہ نکال سکے "یقیناً یہ شخص تو کوئی بڑا ہی معرکہ آرا و شاعر ہے۔"

لیکن یہ آواز ابھی ان کے سینے سے اٹھی ہی تھی کہ وہ مجھوس کر کے سکے میں لگے کہ قرآن نے ان کی یہ آواز بھی بھی سن لی ہے اور نہ صرف سن لی ہے بلکہ اگلی آیات میں اس کا دلوک جواب بھی دیا جا رہا ہے!

"وَمَا أَهْوَى الْقَوْلُ شَاعِرًا!۔۔۔ نہیں، یہ کسی شاعر کی بات نہیں۔ مگر تم بہت کم ایمان لاتے ہو!"

"ارے! تمہارے دل کی سرگوشی بے ساختہ حرف استعجاب میں ڈھل گئی" یہ کتنا بڑا کامن ہے!"

"کَلَّا يَا قَوْمِ! كَذَّبْتُمْ" قرآن نے فی الفور اس خیال کو بھی ستر کر دیا، ہونے کہا "یہ کسی کامن کا بھی قول نہیں ہے۔ تم تو بہت ہی کم سمجھتے ہو!"

عمر ابن خطاب کی دینے خیال میں یکایک ایک سستا چھا گیا اور اس زبردست مسئلے میں قرآن کی آواز آئے علی جا رہی تھی۔

یہ (کلام) آتا رہا ہے رب العالمین کا۔ اور اگر یہ بدبخت کھڑا تاہم، بر کوئی بات تو ہم کہہ لیتے اس کا داہنا ہاتھ پھر کاٹ ڈالتے اس کی گردن سے پھرتے ہیں کوئی ایسا نہیں جو اس سے (خدا سے) بچ سکے اور یہ نصیحت ہے ڈرنے والوں کیلئے اور ہم جانتے ہیں کہ تم میں سے بعضوں کا نیوہ جھٹلا ہے۔ مگر یہ نیوہ اندر و حسرت کے سوا کچھ بھی نہیں والا نہیں۔"

انھوں نے یہ سب کچھ سنا۔ روح نقیباں گئی تھی بلکہ اترا تھا۔ کیا یہ زلزلہ ابھی لاشعور کی تہ سے ابھر کر شعور کی سطح تک نہ پہنچا تھا۔ اس لئے سچائی کے یہ حسین جھٹکے پیارے لگائے جا رہے تھے اور حق تھا کہ اندر ہی اندر ان کے دل کے لطف تاروں کو چھٹیر چکا تھا مگر شعور تھا کہ باجول کے حق دشمن شعور غل میں اپنا چہرہ خود اپنی روح کی کھوپڑی میں ہی نہیں سکتا تھا۔ ایک بے پروت کشمکش اندر اور باہر رہا تھی جس نے ایک زبردست چھوٹا ہٹ اور غصے کی شکل اختیار کر لی۔

آخر اس زہنی کشمکش کا دلوک فیصلہ کرنے کیلئے انھوں نے اپنی تلوار کو میان سے باہر نکالا اور اس ہتی کو قتل کر ڈالنے کے ارادے سے نکل کھڑے ہوئے جس کے ایک قطرہ خون کی قیمت

آسمان کے سائے اور داغ بھی نہیں ہو سکتے تھے۔ یہ وہ لمحہ تھا جب غیر محسوس جن اور محسوس باطل ان کے اندر پوری قوت سے ٹھٹھمکھا ہو رہے تھے۔ جذبات کی یہ پیر شور آندھی چلی سکتے کی چلی کوچوں میں داخل ہوئی کہ اچانک اس آندھی سے ایک انسان آٹھکرایا۔ یہ حضرت نعیم بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ وہ عمر کے خوفناک نینور دیکھ کر ٹھٹھک گئے۔

”کدھر؟۔۔۔ لے عمر کدھر؟“ انھوں نے اسے پڑھکر گہری تشویش کے ساتھ پوچھا۔ ”محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ کرنے چلا ہوں“ عمر کی سرخ سرخ آنکھوں سے شعلے نکلے اور ابن عبد اللہ نے ان کی آواز میں رعذ جیسی کراہک محسوس کی۔ ”بیٹے اپنے گھر کی خبر لو“ ابن عبد اللہ نے پوری بے طبری کے ساتھ اس شخص کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں جس کے ہاتھ میں شنگی تلوار تھی اور سر پر خون سوار تھا جس کا فیصلہ کرنے کے لئے تم اس طرح گھر سے نکلے ہو جو خود تمہارے گھر میں گھسکر تمہاری بہن اور بہنوئی کے سینوں میں اتر چکا ہے۔“

یہ بات سن کر ہی عمر ابن خطاب تلمل گئے۔ بہت جلد سے گھوڑے اور بارگاہ رسالت کے بجائے اپنی بہن کے مکان کی طرف طوفانی رفتار سے چل پڑے۔

دردانہ سے پر قدم رکھتے ہی انھوں نے سنا کہ اندر قرآن پڑھا جا رہا ہے۔ یہی وہ وقت تھا جب ان کی بہن اور بہنوئی حضرت خباب بن ارت سے اللہ کی کتاب کی تعلیم حاصل کیا کرتے تھے۔ آج عمر قرآن پر کچھ غور کرنے کے قابل نہ تھے۔ آج تو قرآن کی آواز سننے ہی ان کے غیظ و غضب کا لادا کھول اٹھا تھا۔ انھوں نے دروازے کو خوفناک جھٹکیوں سے چھوڑ ڈالا۔۔۔ دروازہ کھلا اور وہ اندر داخل ہوئے مگر انھوں نے دیکھا کہ وہ کتاب چھپادی گئی ہے اور ہر طرح کے غیظ و غضب کا نشانہ بننے کے لئے ایک مومن اور مومنہ نے پوری جرات سے سینہ کھول دیا ہے۔

”یہ کیسی آواز تھی؟“ بہن اور بہنوئی کو آنکھوں ہی آنکھوں میں کھا جانے کے انداز میں گھور تے ہوئے انھوں نے پوری قوت سے لاکا رہا۔

”کیسی آواز؟“ مومن اور مومنہ دونوں نے انتہائی بے نیازی کے ساتھ کہا۔ ان کو مکمل اطمینان تھا کہ وہ اپنے خدا کی کتاب اور اپنے معلم صحابی رسولؐ کو اس غضبناک طوفان سے بہت دور پہنچا چکے ہیں اور اب جو کچھ ہوا بڑی بڑی ہے وہ خود ان کے اپنے جسموں پر ہی پڑتی ہے۔ وہ جسم جن کا دانا رواں خدا کے ہاتھ تک چکا۔ وہ جسم جن کی سر تک بڑی کامرانی یہ ہے کہ خود اپنے آپ میں نہاد ہو کر وہ ہمیشہ کیلئے زندہ اور پاک وصاف ہو جائیں۔

”بس کرو!“ عمر ابن خطاب زمین پر پاؤں پٹختے ہوئے گرے۔ ”میں خوب سمجھ چکا ہوں کہ تم دونوں مرتد ہو گئے ہو!“ یہ کہا اور پھر وہ اب کا انتظار کرنے کی بجائے اپنے غیظ نے اجازت نہ دی، بھوکے شیر کی طرح وہ بہنوئی پر چھپٹے تو بے رحم ہاتھوں کی بھر پور ضرب پڑتی ہی وہاں آہ اور کراہ کے بجائے توجہ و رسالت کی گواہی کی آواز بلند ہوئی۔ پھر تیرا ہی ایک بجلی سی چمکی اور عمر ابن خطاب نے دیکھا کہ مومنہ بیوی اپنے مومن شوہر کو بجائے کے لئے ڈھال بن کر آگے آگئی ہے۔ ٹھٹھک اس وقت جب دوقری ہاتھوں کے پے در پے دار ایک مرد مومن کو بڑھال کرنے کے بعد ایک مومنہ کے معصوم چہرے پر اپنی قوت آزمایا ہے تھے۔ بہن کے ہونٹوں۔ خون آلود ہونٹوں پر غیرت ایمانی کی زلزلہ انگیز گرج اُبھری اور سننے سے کہنے کے عالم میں یہ محسوس کیا کہ یہ آواز اپنی پوری گرج اور دھماکے کے ساتھ ان کے دست و بازو کی تمام فولادی قوتوں کو بیک ضرب پاش پاش کرتی ہوئی ان کے وجود کے اندر گھس آئی ہے، ایک زبردست تھر تھری پیدا ہوئی اور اس کے قلب و روح کی بنیادیں لرزتی چلی گئیں۔

”لے عمر!“ جہانی محاذ پر بڑھال ہو کر گرتی ہوئی ہیں نے ایمان کے روشن افق سے ابھرتے ہوئے کہا ”لے عمر!“ جو بن آئے کہ گزرو۔ لیکن اب اسلام اس دل سے نہیں نکل سکتا۔“

کیا یہ شخص ایک آواز تھی؟ یہ تو ایمان و یقین کا ایک زلزلہ تھا۔ یہ توحق پر جاں نثاری کا گوہ انگن ولولہ

”میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور
میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد خدا کے بند اور رسول ہیں۔“

اور اب —

اپنے دیدہ و دل کی محرابوں پر پورے سوز و حرارت کے دبیے
جلد سے۔۔۔ عمر ابن خطاب حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ
عندہ کی عظیم الشان شخصیت میں ڈھلتے ہوئے ایک بار پھر اسی کوچہ
رسالت کی طرف کشاں کشاں چلے جا رہے تھے وہی دیر ہوئی وہ
دنیا کا سب سے بڑا جرم کرنے والا نہ ہوئے تھے۔ وہ تلوار اب
بھی ہاتھ میں تھی مگر تلوار اٹھانے والا وہی ہلاک ہو گیا تھا۔ اب
اس تلوار کا رخ اسلام کی طرف نہیں کفر کی طرف تھا۔ اسے گوں
میں دوڑانا بیوا خون بے قرار تھا کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے سزا
پائے کے ایک ایک ذرے کو رنگین کر دیا۔ دار اور تم ہر جب انکی
دستک شمی گئی اور دیکھنے والوں نے یہ دیکھا کہ عمر رضی اللہ عنہ کی تلوار لٹے
آئے ہیں تو مسلمانوں کو قدرتنا خطرے کا احساس ہوا اور اس
خطرے کا مقابلہ کرنے کے لئے حضرت امیر حمزہؓ نے لاکارستانی۔
”آتا ہے تو آئے دو۔۔۔ اگر کسی بُری نیت سے آ رہا ہے تو خود
اس کی تلوار سے اس کا فیصلہ کر دوں گا۔“

مگر حضورؐ ایک عجیب سترت بھری کیفیت میں اٹھے۔
سب کو روکا اور خود آگے بڑھ کر حضرت عمرؓ کے دامن کو چھو گا دینے
ہوئے فرمایا ”کہو عمر؟۔۔۔ کس ارادے سے آئے ہو؟“
فلا مانہ عجز و انکسار میں ڈوبی ہوئی آواز حضرت عمرؓ کے
ہونٹوں سے بلند ہوئی۔

”ایمان لانے کے لئے۔“

حق کی اس عظیم الشان فتح پر بے اختیار رسول خدا اور
اصحاب رسول کے منہ سے نعرۂ تکرار بلند ہوا۔

”اللہ اکبر!“

”اللہ اکبر“ کا یہ ننگ ننگا فخر و دادی دادی سے پریت
پریت گرجتا ہوا جلا گیا۔

یہ نعرۂ ظفر و کامیابی وہ انقلابی موڑ تھا جہاں سے حضرت
عمر رضی اللہ عنہ اسلام کی صفوں میں داخل ہوئے۔ اس نعرے کو
سکھیا میں صحت تام کچھ رہی تھی۔ کفر و منکر کے گھروں میں

تھا۔ یہ حقیقت کی پُر جلال کر تک تھی۔ کیسے ممکن تھا کہ اس
آواز کے آگے وہ انسان بحسن و حرکت پھر بنا رہتا جس کے سینے
میں ایمانی حرارت نے جھپٹیاں سلگا دی تھیں۔ یہ آواز سنتے
ہی عمر ابن خطاب کھڑے کے کھڑے رہ گئے۔ مترنم اور کرب
کے دو آتشہ جذبات میں سر جھک گیا۔ پھر نظر اٹھی اور میں کے
چہرے کو جسم کے خون اور ایمان کے جلال سے مترنم دیکھ کر بے
اختیار آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ آنسوؤں کا یہ آباں بتا رہا تھا کہ
سینے کی تمام چٹائیں پھل ہی ہیں۔

”میری بہن۔۔۔ فاطمہ!“ در دہری آواز میں عمر ابن
خطاب پکار اٹھے ”مجھے بھی تو وہ چیز دکھاؤ جس کو تم لوگ پڑھ
رہے تھے۔۔۔“

بھائی کی زندگی میں حیات انگیز انقلاب کی یہ سنہری پتھر
پھٹتے ہوئے دیکھ کر بہن اور بہنوں دونوں بھول گئے کہ ابھی ابھی
ان کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا ہے، وہ بیٹا باندہ لٹھے۔ بہن نے
لپٹے بھائی کو غسل کے وہ آداب سکھائے جو اس مقدس کتاب
کو چھونے سے پہلے ضروری تھے۔ اور پھر وہ کتاب کے اجزاً
بھی ان کے سامنے لاکر کھول دیتے جس کے اندر سے خدا کی آواز
آ رہی تھی۔

”زمین و آسمان میں جو کچھ ہے وہ سب کا رب خدا کی پائی
میان کرتا ہے خدا پر دست ہے۔۔۔ وہ حکیم ہے۔“

ادھر بھی بہن اور بہنوں کی آنکھوں میں سترت کی شدت
اشک مقہورہ جگر اُلٹ پڑی تھی یہ دیکھ کر کہ ان کے بھائی کفسر و
شکر کی ذل ذل سے نکل کر قبول حق کی سمت لمحہ بہ لمحہ آگے بڑھتے
آئے ہیں اور ادھر عمر ابن خطاب کے سینے کو عرفان حق کا جذبہ
بے پناہ شوق کئے ہے رہا تھا قرآن کے ایک ایک حرف میں انکو
اپنے دل کی دھڑکن سنائی دے رہی تھی اور دل کی دھڑکنوں
کی یہ چوٹ ان کی آنکھوں کو آنسوؤں سے لبریز کر رہی تھی جب
اس کیفیت میں وہ یہاں تک پہنچے کہ۔۔۔

”لاؤ ایمان اللہ اور اس کے رسول پر۔“

تو بے ساختہ پکار لٹھے۔۔۔ اشھدان لا الٰہ الا اللہ و
اشھدان محمد اعبدا و رسولہ۔

جس کے سینے میں پیغمبر خدا کی دعا کے سوز سے خدا نے ایمان کی چوت جلائی تھی، مگر یہ بات کم ہی ابھر کر سامنے آتی ہے کہ پیغمبر کی اس دعا کی عملی تشکیل کے لئے خدا نے اسباب ظاہر کی دنیا میں جس سستی کا انتخاب کیا وہ ایک عورت تھی۔ ایک مکروہ عورت جس نے دردِ کرب کی پورش میں پستے ہوئے کہا تھا "لے عمر!۔ جو بن آئے کر گزرد!۔ اب اسلام اس دل سے نہیں نکل سکتا۔"

جانے کیسے ہوتے تھے وہ "دل" جن میں ایک بار اسلام داخل ہو جاتا تھا تو پھر کبھی نہیں نکلتا تھا۔ اور نہ جلنے کیا چیز تھا وہ اسلام و ایمان کہ اس کی ایک ہی آواز کفر کے مفصل تالیوں کے نولادی بڑھ کھولتی تھی۔ جس کی ہر کسوٹ کو انسان عرفان حق کا عظیم داعیہ حاصل کرتے تھے کہ جن کے ایمان کے جلال سے شیطان بھی ہرگز حشیش کی طرح کانپتا تھا۔

اور اب۔۔۔ آہ اب ہمارے پاس نہ وہ سینے بے اور نہ وہ اسلام و ایمان۔۔۔ اب تو ہم اسلام کی آواز بلند کرتے ہیں تو خود ہماری زندگی بھی اس کا کوئی اثر نہیں لیتی۔ ہمارا اپنا جمود بھی بس سے مس نہیں ہوتا۔

خدارا!۔ کوئی بتاؤ کیا یہ دونوں اسلام ایک ہیں؟ ایک ہو سکتے ہیں؟ روح اس تصویر ہی سے لیزا تھی ہے کہ کیا۔۔۔ ہم۔۔۔ بھی۔۔۔ مسلمان ہیں؟ کیا۔۔۔ ہم۔۔۔ بھی اس قابل ہیں کہ خدا کی اس زمین پر کھڑے ہو کر سزا ٹھا کر یہ کہہ سکیں کہ ہاں ہم مسلمان ہیں!۔۔۔ جب یہاں یہ عالم ہے تو پھر۔۔۔ وہاں کیا حال ہو گا جہاں سب کچھ دیکھنے اور جاننے والا خدا ہمارے ہائے میں فیصلہ کر رہا ہو گا۔

خالی تینا یا حسرتا۔

عکسی لکھائی چھپائی۔ روشن
بازدہ سورہ (مترجم) اور موتیوں کی طرح جھڑی
ہوتی۔ پلاسٹک کا پائدار اور حسین کور۔ سائز جیبی۔

قیمت تین روپے

مکتبہ تجلی۔ دیوبند (پٹی)

کہرام ہو یا ہو گیا تھا۔ آگ اور خون تھوکتے ہوئے کفر و شرک کے دردہ صفت انسان حضرت عیسیٰ کے مکان پر چھپوے دوڑے۔ اس مظاہرے میں عین غصہ و غضب تھا۔ نفرت و حقارت تھی۔ جو جس انتقام تھا۔ درندگی اور وحشت کے کڑے تیور تھے امدان سرب کے پس نظر میں دلوں کے اندر چٹکیاں لیتا ہوا یہ احساس شکست تھا کہ کفر کی بہترین تلوار اسلام پر گرتے گرتے خود کفر کے سر پر بجلی بگر گئی!۔ کفار و مشرکین کے جذبہ انتقام سے بچانے کے لئے حضرت عیسیٰ کے ماموں نے اعلان کیا کہ عیسیٰ ان کی پناہ میں ہیں "مگر تلوار کی طرح کاٹی ہوئی سیکڑوں نظروں پر نفرت و حقارت کی نگاہ ڈالتے ہوئے حضرت عیسیٰ نے اعلان کیا کہ وہ اس پناہ سے خود کو نکالتے ہیں اور بڑے سے بڑے خطرات کو محض خدا کے بھروسے پر پوری قوت سے لگاوتے ہیں۔

اور سچ سچ وہ چھ سال تک ان خطرات سے بے محابا ٹکراتے رہے۔ ظلم و سفاکی کی تمام شیطانی قوتوں کو لٹکارتے رہے۔ اور ٹھیک اس دور میں جب کہ کفر و شرک کی قہر مانی طاقت اس بات کی قسم کھا رہی تھی کہ اہل ایمان کو ان کے گھروں میں بھی خدا کا نام لینے دیں گے حضرت عیسیٰ نے تین سو ساٹھ تینوں پر اس طرح ٹھوکر ماری کہ اہل ایمان کے ساتھ خانہ کعبہ میں مسکرت نماز پڑھی۔ ظلم و ستم اور درندگی و بربریت کے جنگلی میں پانچ چھ سال کا عرصہ طویل بسر کرنے کے بعد جب انھوں نے خرابی راہ میں وطن کو قربان کر کے ہجرت کا قصد کیا اور حضور نے ان کو اس کی اجازت دیدی تو انھوں نے اعلان کیا۔

"میں اس کفر و شرک کی دنیا سے دور جا رہا ہوں۔ جس کسی کا جی چاہے وہ میرا تعاقب کرے اور میری تلوار کا ذائقہ چکھے لے!"

لیکن بھری سستی میں سے کوئی مفتالہ پر نہ آسکا۔ کیسے آسکتا تھا کوئی؟ جب مخبر صادقؑ کا کہنا تھا کہ "لے عمر! ہم سے شیطان بھی ڈرتا ہے!"

ہاں تاریخ اس انسان کو کبھی نہیں بھول سکتی جس سے شیطان خوف کھاتا تھا تاریخ جانتی ہے کہ یہ سستی وہ سستی تھی

اسی۔ گوپال متل مدیر ماہنا "تحریر"۔

سٹرچھا گلا اور روسی مسلمان

جناب گوپال متل کا یہ گراں قدر مضمون آپ کو بعض اور اخبارات و رسائل میں بھی نظر آیا ہوگا۔ دراصل انہوں نے اس کی ساری نکلا مسائل کا یہاں براہ راست صحافی برادری کو بھجوائی ہیں اور مقصود یہی ہے کہ مختلف جریدوں میں نقل ہو کر یہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کی نظروں سے گزرے۔ ہمارے موجودہ وزیر تعلیم سٹرچھا گلا عقائد اور اعمال کے لحاظ سے خواہ کسی درجے کے مسلمان ہوں۔ یا شاید نہ بھی ہوں۔ کہلاتے بہر حال مسلمان ہما ہیں اور گوپال متل نے ان کے ارشاد گرامی پر تبصرہ بھی غالباً اسی ذہنی پس منظر میں کیا ہے کہ وہ مسلمان ہیں۔ اسی لئے ہم اپنی تنگرومانی کے باوجود اس تبصرے کے متعلق اعتراضات کر رہے ہیں۔ ہمیں اس پر کوئی تعجب نہیں کہ سٹرچھا گلا کو "مسلمان" ہونے کے باوجود روس میں اسلام کی منظوری نظر نہیں آتی اور محترم متل صاحب نے مسلمان نہ ہونے کے باوجود حقان کا گہرا ادراک کیا۔ ہمارے قوم پرست مسلمانوں کی حالت یہی ہے کہ اسلامی اصول و نظریات سے ان کا ذہنی رابطہ کم و بیش منقطع ہو چکا ہے اور ان کے فکری ذاد اپنے اپنے اٹھان اور سمت سفر کے اعتبار سے تقریباً وہی ہیں جو کسی مادہ پرست منکر خدا کے ہونے ماہمیں۔ خدا کا اقرار اور مذہب سے انتساب تو فقط ایک رسمی اندر دواتی ہے بن کر رہ گیا ہے۔ ذہن کی نصیحت اور ادراک صاحب کے مراکز میں اس کی پرچھا میں تک نظر نہیں آتی۔ اللہ بس باقی ہوں! (ادارہ)

دیکھی صرف اس بات سے ہے کہ روس میں قومی وحدت حاصل کرنے کے لئے جو طریقے استعمال کئے گئے وہ ایک ایسے جمہوری ملک کے لئے جو قومی یک جہتی اور ہم آہنگی کی بنیاد اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے اصول پر قائم کرنا چاہتا ہو کہاں تک قابل قبول ہوگا جس چیز کو سٹرچھا گلا قومی وحدت قرار دے رہے ہیں کیا وہ ایک ایسی وحدت ہے جو مختلف عناصر کی ہم آہنگی اور آپس کے تعاون کا نتیجہ ہو یا ایک ایسی وحدت جو ایک قومی عنصر کے نسبتاً ضعیف ملکی عناصر پر غالب آجانے کا نتیجہ؟

مثال کے طور پر سٹرچھا گلا نے روسی زبان کو ایک اہم وحدت آفریں عنصر قرار دیا ہے۔ ہندوستان میں ایک

ہندوستان کے وزیر تعلیم سٹرچھا گلا کو روس کی قومی وحدت نے بڑا متاثر کیا، وہ روس کے نظام تعلیم پر گفتگو فرما رہے تھے تو کسی نے ان سے یہ سوال پوچھا کہ کیا روس کا نظام تعلیم یہاں بھی مفید ہو سکتا ہے؟ اس پر انہوں نے جواب دیا "میں نظام تعلیم کے متعلق نہیں جانتا لیکن روس کی قومی وحدت نے مجھے بے پناہ متاثر کیا ہے۔"

یہ تو یہ بات بھی عجیب سی ہے کہ وزیر تعلیم کو روس کے نظام تعلیم کی بجائے اس ملک کے ان طور طریقوں سے زیادہ دلچسپی ہو جن کے ذریعہ ان کے بیان کے مطابق وہاں قومی وحدت حاصل کی گئی، لیکن یہ بحث یہاں ہم چھیڑنا نہیں چاہتے۔ یہاں ہماری

اجتہاد نہ کیا اور روس کے اس پروپیگنڈے کی تائید کی کہ وہاں مسلمانوں پر زیادتی نہیں ہو رہی ہے تو وہ دن دور نہیں کہ اس ملک کی بے بس اقلیت واقعی ختم ہو کر رہ جائے۔

اسلام کے تئیں کمیونسٹ حکومت کی پالیسی کا فیصلہ کل روسی سائنسی اور نظریاتی کانگریس کی رپورٹ میں درج ہے جو ”مسائل فلسفہ“ کے مئی ۱۹۶۱ء شمارے میں شائع ہو چکی ہے۔ کانگریس کا فیصلہ تھا کہ قرآن کے ”ادعا علی نظریے“ سے رجوع پستانہ نوعیت کے ہیں اور انھیں بے نقاب کیا جانا چاہئے۔ کانگریس کے فیصلے میں درج تھا کہ اسلام کی باقیات و خرافات ایک ”بے رحمانہ“ اور ”غیر ختم جنگ“ کی جانی چاہئے اور اس کے لئے صرف یہی نہیں کیا جانا چاہئے کہ قانون کی مطابقت سخت سزائیں دی جائیں بلکہ ماضی کے اس قسم کے نقصانوں کو رسم و روایات کا پرچار کرنے والوں کی مذمت کیلئے برائے عام کو بھی مشتعل کرنا چاہئے۔

روسیوں کو تو یہ بھی گوارا نہیں کہ کوئی شخص ”کمپوزم“ اور مذہب“ میں ہم وجودیت کی بات کرے اور اس سلسلے میں مذہب کے مفید پہلوؤں کا کوئی ذکر کرے۔ ۲۲ اکتوبر ۱۹۶۱ء کے ”ازویستیا“ نے ان لوگوں پر کڑی نکتہ چینی کی ہے جو مذہب کے مفید پہلوؤں کا ذکر کرتے ہیں اس اخبار کے نزدیک جو حکومت روس کا سرکاری ترجمان ہے، مذہبی اخلاقیات میں کوئی اچھائی ڈھونڈنا، راسخ قسم کے الحاد سے کوئی مطابقت نہیں رکھتا۔ راسخ قسم کا الحاد اپنا فریضہ یہ سمجھتا ہے کہ مذہب کو مکمل شکست دی جائے۔ راسخ قسم کا الحاد ہر امن ہم وجودیت کی اجازت نہیں دیتا۔

ایسے لوگوں کو خاص طور پر ہدف ملامت بنایا جا رہا ہے جو کمپوزم پر عقیدہ رکھنے کے باوجود اسلام سے مکمل طور پر دست بردار نہیں ہوئے ”سائنس اور مذہب“ نامی جریدے نے شمارہ ۱۳۳۱ء میں یہ تمسکایت کی ہے کہ تاجکستان کی کمیونسٹ منٹل ایسوسی ایشن نے ایک میں باقیات اسلام اب بھی زندہ ہیں اور مذہب کو نہ مٹانے والے دانشور جن کو کمیونسٹ خود بھی مذہبی تقریبات میں شریک ہو جاتے ہیں اور جاگیر دار کی

ایسا طبقہ موجود ضرور ہے جو اتحاد و وحدت کے لئے یہ ضروری سمجھتا ہے کہ ہندی ملک کی دوسری علاقائی زبانوں پر غالب آجائے، لیکن برسرِ اقتدار پارٹی جس کے مسٹر چھانگا خود بھی رکن ہیں۔ کوئی تاہی عمل سے قطع نظر مجموعی طور پر اس اصول پر ایمان نہیں لاتی۔ کم از کم اتنا ضرور ہے کہ اقلیتی زبانوں کے حق میں واڈ ضرور بلند ہوتی ہے اور اس قسم کی آواز بلند کرنے والوں کے خلاف کوئی تادیبی کارروائی نہیں ہوتی۔ اگر ہندوستان اس معاملے میں روس کی مثال کو قابل قبول سمجھے تو اقلیتوں کے لئے جن میں سے ایک کے مسٹر چھانگا بھی رکن ہیں، اس کے کیلئے صحیح ضرب ہوں گے؟

مجموعی حیثیت سے بھی روس میں حال شدہ قومی وحدت کوئی ایسی قابل ستائش چیز نہیں جسے جمہوریت کا دعوے دار کوئی ملک اپنانے کی آرزو کر سکے۔ روس میں قومی وحدت وہاں کی ایک اہم اقلیت یعنی مسلمانوں کے لئے کس حد تک سود مند ثابت ہوئی ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ۱۹۱۷ء میں جہاں بخارا میں مسیحوں کی تعداد ۲۴۵۶۲ تھی وہاں اب وہ صرف ۳۰۰ رہ گئی ہے اور دینی مدرسوں کی تعداد جو ۱۹۱۷ء میں ۲۰۰ تھی وہ اب صرف دو رہ گئی ہے۔ یہ قومی وحدت کا ثبوت نہیں بلکہ ایک مذہبی اقلیت کے مغلوب ہو جانے کی داستان ہے۔

روس چونکہ عرب ملکوں میں نفوذ حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہے اس لئے باہر والوں کو اس فریب میں مبتلا کرنے کی کوشش بھی وہ کرتا رہتا ہے کہ وہاں اسلام کو کچلا نہیں جا رہا اور مسلمانوں کو آزادی حاصل ہے۔ لیکن جو جریدے اور کتابیں خود روس میں شائع ہوتی ہیں ان سے یہ بات کھل کر سامنے آئی ہے کہ روس میں اسلام کے خلاف اب بھی ”جہاد“ جاری ہے۔ اس ”جہاد“ کا جاری رہنا اور روسی جرائد کا شکوہ ہرگز ہونا کہ اسلام نے وہاں اس وقت تک بھی مکمل ہتھیار نہیں ڈالے یہ ثابت کرنا ہے کہ ”وحدت کا عمل“ وہاں اس حد تک کامیاب نہیں ہوا جس حد تک مسٹر چھانگا نے قیاس کر رکھا ہے، لیکن اگر بیرونی ممالک کے سوورٹ یونین کی اقلیت کش پالیسی کے خلاف

تفسیر حقانی

قرآن کی تفسیر میں بہت ہی لیکن مولانا عبدالحق حقانی کی تفسیر ایسا ایک خاص انداز اور امتیازی شان رکھتی ہے۔ قرآن کے قاموس معانی کی سیر کے لئے آپ اس متوسط مفصل مستند اور معلومات سے لبریز تفسیر کو ضرور مطالعہ میں رکھیں۔ کامل کا ہدیہ پندرہ روپے۔ بطور نمونہ جس کا جی چاہے کوئی سا ایک یا چند پائے بھی طلب کر سکتا ہے۔

فی پارہ دو روپے۔

البیان فی علوم القرآن

مگر ایسے کثیر علوم و معارف اور سیر حاصل مباحث کی وجہ سے مستقل کتاب کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے مطالعہ سے آپ فہم تفسیر اور علوم قرآنیہ کے لطیف و دقیق اسرار اور اصول و مہانی سے واقف ہوں گے۔ اگر تفسیر حقانی کے علاوہ کوئی تفسیر آپ کے زیر مطالعہ ہے تب بھی یہ "مقدمہ" اس کی تفہیم میں مدد دے گا۔ ہدیہ چھ روپے۔

عقائد اسلام (حقانی)

عبدالحق حقانی کی کتاب "عقائد اسلام" صحت اول کی چہرہ سمجھی گئی ہے۔ ہر مسلمان کو اس سے ضرور باخبر ہونا چاہئے کہ عقائد کی وہ فہرست کونسی ہے جو ضروری عقائد اسلام کی جامع ہے۔ ایسا نہ ہو ہم بے خبری میں ہی ایسے عقیدے سے تہی دامن رہ جائیں جس کے بغیر ایمان و اسلام کا اعتبار ہی باہر گاہ شریعت میں نہیں ہوتا۔ قیمت چار روپے۔

کیا ہم مسلمان ہیں؟

شش سو تیس کے مطبوعہ اور غیر مطبوعہ شہ پاروں کا مجموعہ۔ سوڑو گداز

اخلاص اور دل کشی کا ٹیپہ۔ قیمت مجلد سو اور دو روپے ۲۵/۲

مکتبہ تجلی - دیوبند (دیوبند)

ان باقیات کے مظاہروں سے چشم پوشی کرتے ہیں۔ اس جریدے کو یہ تمکات بھی ہے کہ تاجکستان لوگوں نے روئے دکھے اگر وہ خود خشاں کے پارٹی افسروں ان ملاؤں سے کوئی باز پرس نہیں کی جو مذہبی پروپیگنڈہ کر رہے تھے مگر کہ کھیتوں کے کسانوں کے کلب تاکہ یہ میسج میں تبدیل کر لیا گیا۔ اور اسکول کے طلبہ بھی روزے رکھتے ہیں۔

آخر میں "مذہب اور سائنس" نے یہ دھکی دی ہے کہ ان باتوں کو برداشت نہیں کیا جائے گا۔ مذہب کے باقیات کو یہ حق نہیں پہنچا چلے گئے کہ وہ "حسین تاجکستان کی حیرت انگیز حقیقتوں پر تازہ ایک سایہ ڈال دیں۔"

معاملہ صرف دھکی کا نہیں بلکہ اسلام سے پوری طرح دستبردار نہ ہونے والوں کے خلاف اتھاقمی کارروائی بھی جاری ہے۔ "تاجکستان پر اودا" نے اپنی ۲۸ اگست ۱۹۹۰ء کی اشاعت میں یہ خبر شائع کی ہے کہ ایک مزار کی تعمیر میں مدد دینے کی پاداش میں سو گیمپوسٹیوں کو پارٹی سے خارج کر دیا گیا اور دو کو کڑھی سرزنش کی گئی۔

یہ بات خارج از امکان نہیں کہ کوئی اقلیت اس جبر مسلسل کے نتیجے کے طور پر اپنے وجود ملی سے کبھی محروم ہو جائے اور روس کے کمیونسٹ نظام میں ضم ہو کر رہ جائے، لیکن کیا اسے قومی وحدت کا نام دیا جاسکتا ہے اور کیا کوئی ملک اس طریق کار کو جمہوریت اور ضمیر کے جملہ تقاضوں کو خیر باد کہے بغیر قابل قبول گردان سکتا ہے جو اس "وحدت" کو حاصل کرنے کے لئے روس میں اختیار کئے گئے۔

فتاویٰ دارالعلوم

"دارالعلوم" دیوبند کے مستند فتاویٰ اور ہر طرح کے مسائل میں آپ کی دینی رہنمائی کرتے ہیں۔ یہ مجموعہ گھر میں سے تو ضرورت کے وقت کسی بھی مسئلے کے متعلق شرعی حکم و ہدایت کا علم حاصل کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ تازہ ایڈیشن عمدہ ترتیب اور اچھی طباعت کے ساتھ مکمل آٹھ حصوں کی قیمت اٹیسٹس روپے۔

مجلد درود جلد پچیس روپے

مستقل عنوان

از: ملا ابن العربی

مسجد سے زینک

تفصیل

فیروز آباد سے ایک عنایت فرما حنیف الرحمن صاحب نے خط اور اس کے ساتھ کسی اخبار پیغام "دکانپور" کا ایک تراشہ بھیجا ہے۔ خدا جانے انھیں کیا سوچھی کہہ کر تجلی کے بجائے حنیف فقیر ملا کا پتہ لگانے پر لکھ مارا۔ حالانکہ اسی تراشہ پر لکھ کر آپ خود دیکھیں گے کہ یہ سراسر مفتی تجلی ہی کے کام کی چیز تھی۔ ہندہ تو آج کل ویسے ہی درگاہ جھلس شاہ کے سلیر چلی عرس کی تیاریوں میں اتنا مصروف ہے کہ مرنے لینے تک کی جہلت نہیں مل رہی ہے۔ یہ عرس بڑا معرکہ الآراء ہوگا۔ پوتا بھئی اگرہ اور نہ جلنے کہاں کہاں سے قوالوں کی ٹولیاں آ رہی ہیں اور ہر ٹولی کے مقابلے میں ایک ٹیم زبان اتفاق اولیاء کی ہوگی۔ آئے سائے اسبج بنائے جائیں گے۔ طے یہ کیا گیا ہے کہ اس بار ایک مستقل میک اپ روم بھی تیار کیا جائے جس میں درگاہ کی طرف سے اسی طرح ملبوسات کا انتظام ہو جس طرح فلمی اسٹارز میں اداکاروں کے لئے ہوتا ہے میک اپ ڈائریکشن کی خدمات بڑے سچلے صاحب نے اپنے ذمے لی ہیں۔ اور نصرت درجن درزی کئی ہفتے سے فرائیں، مچھ میں، کوٹھیں، شلو اور سن، غرارے، کرتے اور نہ جلنے کیا کیا تیار کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔

میرے ذمے جہاں انتظامی امور کی سربراہی ہے وہیں یہ ذمہ داری بھی ہے کہ تازہ ترین فلموں کے مقبول گانوں کی دھنوں پر گیت، غزلیں جسے اور نقشبند تیار کرنے کے سلسلے میں شاعروں کو ہینڈل کریں جن میں شاعر اس کام کے لئے گھیرے گئے ہیں۔ صوفی دلگیر نقشبندی

خواجہ قائل سروردی اور مرزا تحسک بلا سپوری تو رگیا کے فنڈ سے انھیں کھانا، ناشتہ اور ایک روپیہ روز جیب خرچ دیا جا رہا ہے۔ یہ بظاہر ہندہ کا سودا نہیں لیکن ان کے شتر غزے بڑے جان لیوا ہیں۔ وہ کبھی کہتے ہیں میں سینما کے لئے بھی خرچ ملنا چاہتے بغیر نہیں دیکھے گاٹے کی چیزیں کیسے تیار ہوں گی۔ کبھی کہتے ہیں یاں سکر بیٹ کا الاؤنس دو۔ کہنے کی حد تک تو کوئی تمغنا لقمہ نہیں مگر کہتے وقت جب ان کے تھیک کی چھینٹیں میرے ہاتھ پر پڑتی ہیں تو میرے بھیجے میں ہی جگالی کرتے ہوئے پھر کا تصور ابھر آتا ہے اور یہی جی چاہتا ہے کہ ان کی گردنیں مروڑ دوں۔

ایک اور بھی مصیبت ہے۔ ان کی تیار کردہ قوالیوں کو پاس کرنے کے سلسلے میں میرے اور بڑے سچلے صاحب کے درمیان اتفاق رائے کم ہوتا ہے۔ مثلاً صوفی دلگیر نے تازہ ترین گانوں میں یہ گانا منتخب کیا۔

میں کیا کروں رام مجھے بڑھامل گیا
میں نے ڈانٹ دیا کہ خبر دار اس پر کچھ نہ لکھنا مگر ٹیپے
سچلے صاحب کے اصرار کیا کہ اس پر تو ہونا ہی ہونا چاہیے
اچھے دن صوفی دلگیر یہ مصرعہ کہہ کر لائے :-

میں کیا کروں خواجہ میں تو عاشق ہو گیا
ان کے ہرے پر فخر کے آثار تھے اور آنکھیں داد
طلب کر رہی تھیں۔ میں بھنٹا کہہ بولا۔ "یہ کیا بکواس ہے"
مگر بڑے سچلے صاحب نے بے ساختہ کہا :-
"شاباش۔ میان دلگیر و اللہ کیا مصرعہ نکالا ہے"

رادھرنا چکت "میرے محبوب کے گانوں سے لپٹ رہے ہیں۔"

میرے محبوب تھے میری محبت کی قسم
پھر مجھے نرگسی آنکھوں کا سہارا دیدے
اس کی کاٹی انھوں نے یوں کی۔

میرے معشوق تھے نرگسی آنکھوں کی قسم
پھر مجھے اپنی محبت کا اشارہ دیدے
میری جان جل گئی۔ "چکت صاحب یہ شاعری

۹۶

وہ حیرانی کے انداز میں میرا منہ تکتے لگے۔ مگر اتنے ہی میں
بڑے سجادے صاحب کے کہا۔
"بھئی خوب کہا۔ محبوب کے مقابلے میں معشوق زیادہ چلدار
ہے۔ مگر چکت صاحب ایک وہ چیز آج کل بہت چل رہی
ہے۔ اللہ بچائے نوجوانوں سے۔"

"جی ہاں جی ہاں۔۔۔ اس پر بھی کہا ہے۔ "چکت صاحب
خوش ہو کر بولے "ملاحظہ ہو۔"

مولانا بچائے مسانوں سے
چھیل چھیلے دیوانوں سے
میرے منہ سے پھر نکلا۔ "چکت صاحب یہ شاعری ہے؟
انھوں نے احتجاج کے انداز میں بڑے سجادے صاحب صاحب
کی طرف دیکھا۔ بڑے سجادے صاحب پھٹ سے بولے۔
"واہ وا۔ مولانا بچائے مسانوں سے۔۔۔ اودھیاں کیا
اس پر بھی کہا ہے۔ تیرے پیار میں دلدار جو ہے میرا حال نزار
"بے شک کہا ہے۔" چکت صاحب نے جلدی سے ایک
پرانی سی نوٹ بک نکالی اور ورق اُلٹ کر یہ مصرعہ پیش کیا
"تیرے عشق میں ملے یا رہیں ہوں جینے سے بیزار۔ کوئی
جانے یا نہ جانے اللہ جان رہا ہے۔ کہتے تو لودی مسانوں"
"نابلس۔ اس وقت نہیں" میں فرغ فرمایا۔

خواجہ قاضی معشوق پر لگے ہوئے ہیں۔ مثلاً۔

میں ایک گیسووں واسے پہ جان دیتا ہوں
کہ جو خدا تو نہیں ہے خدا سے کم بھی نہیں

اور۔

اندھے ہیں وہ جن کی نظر میں فرق ہے احدا و احقرین کم
تو ہے کھڑے کا گھونگٹ ہائے جوانی ہائے زمانے۔ ایسے
اشعار پر ظاہر ہے میرے اور بڑے سجادے صاحب کے درمیان
خاصی طولی کلامی ہوتی ہے مگر فیصلہ بہر حال انھیں کا چلنا ہے
میں اپنی شکست سیم کے سلسلے میں واک آؤٹ بھی کر سکتا ہوں
مگر تھوڑے پے جو پیشگی لے رکھے ہیں ان کی واپسی کہاں سے کرونگا۔
ظاہرہ ازس نقوف بھی ایسا یا القبرین کر بھی گلے میں اٹک جاتا
ہے جسے نکلو تو اندھے اور اگلو تو کوزھی!

الحاصل آج کل کی مصروفیات میں کسی غیر صوفیانہ مسئلے
توجہ دینے کا نہ موڑ ہے نہ وقت۔ لیکن اس کو کیا سمجھے کہ حفظ
الرحمان صاحب کا لفظ سمرطہ دیا گیا ہے۔ کچھ لکھو مگر لکھو۔
اے فارین آپ ہی بتائیے ذیل کے تراشے پر کیا لکھا
جا سکتا ہے۔ نقل مطابق اصل یہ ہے۔

"نئی دہلی، ۱۵ جون۔ آن انڈیا مجلس مجاہد ملت
کی ایک خاص ٹینگ مولانا محمد رفیق جنرل سکریٹری
جمعیت العلماء صوبہ دہلی کی صدارت میں منعقد ہوئی
اس میں پنڈت نہرو کی وفات پر گہرے رنج و غم
کا اظہار کیا گیا۔ ملت کے جنرل سکریٹری مولانا مفتی
سید میاں نے پنڈت جی کو خراج عقیدت پیش کرتے
ہوئے کہا کہ ان کی مرتبہ اہم یادگار کشمیر ہے اور
ہندوستانی عوام یہ کبھی یادگار نہیں کر سکتے کہ ایسی کبھی
بات ہو جس سے ملک کے ساتھ کشمیر کے تعلق پر نہ بڑے
آپنے ایل کی کہ مری نگر کا نام بدل کر خواجہ نگر کر دیا
جائے اور وہاں پنڈت نہرو کا ایک کانسٹی کا مجسٹریٹ
کیا جائے جو دنیا کو امن و اتحاد اور بقائے انصا بیت
کا پیغام دیتا رہے۔"

اس پر جناب گنویب نگار یہ بھی رقمطراز ہیں کہ۔

"مجھ میں نہیں آتا کہ یہ تجو بڑا ایک عالم دین محمد علی ہے

جس کے ذریعے بت نصیب کیا جاتا جو بڑے۔۔۔"

میں پوچھتا ہوں اسے بھائی آخر کیا بات آپ کی سمجھ میں

نہیں آتی؟

جہاں تک مجھ پر نصب کرنے کی تجویز کا تعلق ہے یہ تو ایک معمولی بات ہے۔ آپ خواہ مخواہ دین کو بیچ میں گھسیٹ لائے جب ایک شخص یا گروہ فخر کے ساتھ اپنے آپ کو نیشنلسٹ یعنی قوم پرست کہتا ہے تو پھر اس سے یہ توقع رکھنا حتماً ہی ہے کہ وہ خدا پرستی کے تقاضے بھی پورے کرے گا۔ قوم اور وطن جیسے خود ثابت ہیں ان تئوں کو ذہن کے سنگھاسن پر سجالینے کے بعد باہر کے تئوں کی کیا اہمیت رہ جاتی ہے۔

پھر یہ بھی تو سوچئے جن لوگوں کا اپنا کوئی پیغام، کوئی دعوت، کوئی مشن، کوئی تحریک نہ ہو بلکہ وہ محتاجوں کی طرح دوسروں کا سہارا لیکر چل رہے ہوں وہ آخر سوائے چالیوسی، نیاز مندی اور کفٹش برداری کے آخر کریں بھی کیا ثبوتہ خود نہیں محتادوسرے جلاتے ہیں۔ آپ جو کچھ کہتے جھانے والوں کو سمجھتے ثبوتہ غریب تو بے شعور اور بلا اختیار ہے۔

اور جہاں تک سنگھ کشمیر کا تعلق ہے اس پر بھی جرانی کا کوئی موقعہ نہیں۔ قوم پرستی کے نقطہ نظر سے کشمیر بالیقین چارہا ہی ہے کیونکہ قوم اسی میں اپنا فائدہ لھو کر رہی ہے منطقی قانونی دلائل، اخلاقی اقدار یہ سب قوم پرستی کی بارگاہ میں مٹی کنگر سے زیادہ قیمت نہیں رکھتے۔ اسی لئے جسے ہر کاش نارائن اور شیخ عبداللہ جیسے لوگ قوم دشمن ہیں وطن فریشس ہیں، بلکہ بقول مسٹر جھاکلہ "غدار" ہیں۔ ایسے حالات میں آخر "جمعیت العلماء" یا "جماعت" جیسی تنظیموں کے فریاد آخر اس کے سوا کریں بھی کیا کر چکا رہے مستند قوم پرستوں نے تیار کر رکھا ہے اسی پر سوئی لگا دیں آپ نہیں جانتے۔ مرحوم بیت نے ضمیری اور احساس کشمیری آدی کو مٹی کا مادھو بنا دیتے ہیں۔ مٹی کا مادھو ایک کھلونا ہوتا ہے جو چاہی سے چلتا ہے۔ جھاکلہ ہیں کھلونوں پر بھی اعتراض کیا جاتا ہے۔

دیہی سری نگر کو جو اہر نگر بنانے کی بات۔ تو اس کا تعلق اعتقاد سے ہے۔ خوش عقیدہ لوگ جانتے ہیں کہ پنڈت تہڑ

کے نام میں برکت ہے۔ دیکھ لیجئے ان کے جیسے ہی کہیں چالیس روپے من تک نہیں پہنچ سکا۔ دیکھ لیجئے ان کے دور میں فقط تھوڑے سے مسلمان بارگئے حالانکہ برکت نہ ہوتی تو کروڑوں بھی مانے جاسکتے تھے۔ دیکھ لیجئے ان کے عہد میں چین نے حملہ تو کیا مگر خود ہی آگے بڑھ کر شیخے لوٹ گیا۔ یہ عقیدہ لوگ اب تک حیران ہیں کہ وہ پیچھے کیوں لوٹا مگر خوش عقیدوں کو معلوم ہے کہ یہ آسمانی پنڈت تہڑ ہی کی برکت تھی۔ تصوف کی اصطلاح میں آپ اسے روحانی تصرف بھی کہہ سکتے ہیں۔ لیکن ہمیں یقین ہے کہ یہ نام بدلنے کی تجویز مقبول نہیں ہوگی۔ حالیہ نام "سری نگر" کے بجائے اسلام نگر یا جھانگیر آباد ہونا تو مقبولیت کے امکانات خاصے روشن تھے۔ فی الحال سری نگر کا "سری" بھی کچھ کم باہرکت نہیں ہے۔

یراٹھے اور نفسیات

کسی جھانسی یا جھانگی نے نہیں جنرل کر دی پانے اپنے خانہ مبارک سے رقم فرمایا ہے کہ:-

"ہندوستان کے غیر مسلموں کو یہ بات قطعی ناپسند ہے کہ یہاں کے رہنے والے مسلمان پاکستان کے دفا دار ہیں جس کی وجہ سے مسلمانوں اور غیر مسلموں میں بدزگی پیدا ہو گئی ہے اور ہندوستان کی ہندو اکثریت اسی وجہ سے مسلم اقلیت کو شبہ کی نظر سے دیکھتی ہے۔"

یہ اسی مقالہ کا ایک شہ پارہ ہے جو اپنی ٹھیک جگہ یعنی جن سنگھ کے ترجمان ہفت روزہ آسٹریٹا میں اشاعت پذیر ہوا ہے۔

مقالہ کے آخر میں یہ درمندانہ اسیل بھی مسلمانوں سے کی گئی ہے کہ:-

"وہ کھلے دل کے ساتھ اعلان کریں کہ وہ کس کے ساتھ رہیں گے اور جو مسلمان پاکستان کے ساتھ

توفیقوارانہ ہے۔ میں البتہ آپ والی بات کہوں تو زینب سے گا
کیونکہ تجھ پر خالص قومی نام ہے۔" مرزا نے فرمایا۔
"تجنت ہے اس نام پر۔ اسے منکر تو فخر کا تصور مانا
میں ابھرتا ہے۔"

"تجھ سے بڑھ کر قومی جانور کوئی نہیں۔ آپ بات اگرا
گئے مولانا۔ سوال مسلم لیگ کا ہے۔ آج کی ہندوستانی
مسلم لیگ اگر فرقہ پرست ہے تو ثبوت دیجئے اور گوئی سے
اڑا دیجئے۔"

"ہم ثبوت و دہوت کچھ نہیں جانتے۔ ہم فقط اتنا چاہتے
ہیں کہ ہندوستانی مسلمانوں کو وفاداری وطن کا ثبوت دینا
چاہیے۔"

"کیوں دینا چاہیے۔ آپ کیا یہ ثابت کرنا پسند کریں گے
کہ آپ کی پشت مبارک پر دم نہیں ہے؟"
مولانا نے ناخوشگوار نظروں سے مرزا کو گھورا۔

"نہیں۔ بڑا اندہ ملتے۔" مرزا نے معذرت کی "میں
مثلاً کہہ رہا ہوں۔" آپ کے والد بزرگوار کا نام اعتماد علی
تھنا؟"

"جی ہاں۔ تھا۔ پھر؟"

"مان لیجئے الف کہتا ہے کہ آپ ثابت کیجئے واقعی آپ
اعتماد علی صاحب کی اولاد ہیں۔ آپ پر کیا گڑبے لگی۔"
"کس کیفیت کی مجال ہے جو ایسا سوال اٹھائے" مولانا
دہاڑے۔

"اٹھا سکتا ہے۔ جس کے ہاتھ میں ڈنڈا ہو وہ ہر طرح کے
سوال اٹھا سکتا ہے۔"
"آپ فضول باتیں کرتے ہیں۔"

"جنرل کری آپ نے کوئی کارآمد بات کی ہے نہ سوال
حقیقت میں مسلمانوں کی وفاداری کا نہیں خود ان لوگوں کی وفاداری
کا ہے جو دوسروں پر غدار کی کاہتا رکھ کر اپنی نادفاداریوں پر
پردہ ڈالنا چاہتے ہیں۔ دور آزادی میں جتنے بھی جاسوسوں
کو عدالتوں سے غدار کی کاہتا ٹھیکٹھیک مل سکتا ہے ان میں ایک بھی
مسلمان نہیں۔ پاکستان نے تعمیر پر پیش قدمی کی تھی۔ بریگیڈ پر

ہیں انھیں پاکستان چلے جانا چاہتے کیونکہ ایسے
لوگوں کو ہندوستان کی سرزمین پر رہنے کا کوئی
حق نہیں۔"

اندر یہ بھی ارشاد ہوا کہ:-

"آج کے ہندوستان میں "مسلم لیگ" کی کوئی
ضرورت نہیں ہے اس لئے ہندوستان کے مسلمان
اسے فی الفور ختم کر دیں۔"

اپنے کہ تو عرض و قوالی ہی کے بھیلیوں سے فرہبت
نہیں۔ کیسے مسلمان اور کہاں کا پاکستان۔ غالب رحمۃ اللہ علیہ
نے غلط نہیں کہا تھا:-

درد یک سا غر غفلت ہے چہ دنیا و چہ دین
مگر اس کا کیا علاج کہ مولوی انتخاب علی صبح ہی صبح
تشریف لے آئے اور ان کے ہاتھ میں اخبار بھی تھا۔ ابھی
چلے جل ہی رہی تھی کہ مرزا تجھ بھی وارد ہو گئے۔

پھر کیا تھا یہی جنرل کری آپ کے فرمودات عالیہ
موضوع کلام بن گئے۔ دو چائے دانیوں خالی ہو گئیں چھ
پرانے اللہ کو پائے ہوئے۔

"واقعی مسلم لیگ کو تو ختم ہو ہی جانا چاہیے۔"
مولوی انتخاب صاحب نے چائے کی تیسری پیالی
اٹھ بیٹے ہوئے کہا تھا:-

"کیوں ہو جانا چاہیے۔" مرزا صاحب نے بات
کافی تھی۔

"یہ فرقہ واریت کا لیل ہے۔ اسی ناشدنی مسلم لیگ
نے تو پاکستان بنوایا ہے۔"

"وہ مسلم لیگ تو تقسیم کے ساتھ پاکستان سک رہا رہی
اب جو مسلم لیگ ہے کیا آپ اس کے اصول و ضوابط
ملاحظہ فرمائے ہیں؟"

"لا حول ولا قوۃ۔ ہمیں ایسی بغویات میں پڑنے
کی فرصت کہاں۔ اصول و ضوابط کا تو سوال بعد کا ہے پہلے
تو نام ہی سے فرقہ واریت ٹھیک رہی ہے۔"

"نام تو آپ کا بھی انتخاب علی ہے مولانا۔ یہ بھی

”ناممکن ہے۔“

”ناممکن تو یہ بھی تھا مرزا صاحب کہ اگرے کی رخسانہ بیگم ہمارے عرس کا دعوت نامہ منظور کر لے جب کہ درگاہ کھڑے پیر کے بیٹھ جھنڈی اسے ہم سے بڑی رحم بردعوت نے لے لے تھے۔ لیکن ہمارے دعوت نامے میں ایک تھیانی نکتہ ایسا شامل۔۔۔۔۔“

”بس یا۔۔۔ مان لیا آپ ماہر نفسیات ہیں۔۔۔۔۔“

”میں نہیں۔ بڑے سچائے صاحب۔ میں تو ان جوتوں کی خاک ہوں۔“

چلے یوں ہی ہی۔ آپ وفاداری کے مطالبے میں کیا نفسیات کی دم نکالتے ہیں؟

”بہت سادہ سی بات“ میں نے کہا ”یہ لوگ خوف میں مبتلا ہیں۔“

”کون لوگ۔ جنرل کری آیا؟“ مولانا نے چین چین ہو کر کہا۔

”وہ جنرل کری اپاہوں یا مٹری گول والکر۔ جو بھی آئے دن مسلمانوں سے وفاداری کے ثبوت طلب کرتا ہے۔“

”کس کا خوف؟“ مولانا نے سوال کیا۔

”خود اپنا خوف“

”کیا مطلب؟“

”ہندوستان پر غیر ملکی حملہ آوروں کی تاسخ بہت میرانی ہے۔ قروں پہلے آریوں نے یلغار کی تھی۔ پھر برابری کوئی نہ کوئی چڑھائی کرتا ہی رہا۔ مگر ایسا کبھی نہیں ہوا کہ سارے ہندوستان میں نے متحد ہو کر وفاداری وطن کا ثبوت پیش کیا ہو۔ آج جو لوگ مسلمانوں سے بدظن ہیں وہ اپنے سماج کی اس ہمہ گیر ناہنجی کمزوری سے بے خبر نہیں ہے۔ یہ کمزوری ایک ہولناک آسیب بنکر ان کی اس نس میں سمائی ہوئی ہے۔ انھیں یقین ہے کہ اگر کل بھر کوئی غلہ آور چڑھ دوڑا تو تار و سنج اپنے آپ کو دھرا لے گی۔ بس یہی یقین انھیں لرزا رہا ہے یہ مسلمانوں سے نہیں خود اپنے سماج سے اپنی کمزوری سے خوف زدہ ہیں۔“

عثمان نے مسرے کر ثابت کیا کہ مسلمان وطن کا فدا نہیں جانتا ہوتا ہے۔ لیکن چین نے حملہ کیا اور ہندوستان کی ڈھیروں میں قبضی مگر جنرل کری آیا اب تک زندہ ہیں؟

”بھی چلے اور شگانا“ مولانا نے عاجز کو شرف خطاب بخشا۔

دوبارہ چائے آنے کے بعد شیخ صاحب نے مسکرا کر میری طرف دیکھا۔

”اے بھئی آپ بھی تو بتائیے کیا خیالات ہیں؟“

”جی۔۔۔ میں تو سیاست کی خرافات میں نہیں پڑنا۔ تصوف کے موضوع پر گفتگو چھڑے تو شاید کچھ کہہ سکوں۔“

”آپ اور تصوف“ مولانا کہنے لگے ”یوں کہتے ہمیں“

”لانا چاہتے ہیں۔“

”استغفر اللہ۔ نہیں مولانا میں سچ عرض کر رہا ہوں“

جبے تصوف کی لائن پر پڑا ہوں کوئی بھی اور موضوع دل کو نہیں لگتا۔ کیا رکھا ہے سیاست میں۔“

”پھر بھی۔ یہ وفاداری کے مطالبوں کے متعلق“

آپ کا کیا خیال ہے؟“ مرزا صاحب کے تفریح کے لہجے میں پوچھا

”میرا خیال آپ دونوں سے الگ ہے۔“

”اوہ۔۔۔ اچھا۔“

”جی ہاں۔ میرے نزدیک یہ سیاسی نہیں نفسیاتی“

مسئلہ ہے۔“

”ناشہ انٹار۔“ مولانا نے مضحکہ اڑانے کے انداز میں کہا ”تصوف اور نفسیات کا بھلا کیا جوڑ ہے؟“

”یہ جوڑوں نہیں ہیں۔ مولانا۔ نفسیات کے گہر استعمال نہ کئے جائیں تو نہ دنیا نہ کی گاڑی دو میں بھی نہیں چل سکتی۔“

”کیا بات ہوئی؟“ مرزا صاحب نے میری آنکھوں میں دیکھا۔

”آپ کبھی درگاہ جمل تشریف لائیں مرزا صاحب۔“

ہاں بڑے سچا ہے اگر نفسیاتی چٹکوں سے کام لے کر آپ کا سر زار پر نہ جھکوا دیں تو میری دائرہ ہی موڑ دیکھنے گا۔“

”اے واہ۔ آپ تو تقریر فرماتے ہیں۔“ مرزا صاحب نے مسکرا کر کہا ”یوں نہیں ملا صاحب۔ ہمارے مولانا ذرا بھی ہونٹی بات سمجھنے کے عادی ہیں۔“

واقعی مولانا کے تہرے پر اٹھا ڈرا اور تحیر کی علامتیں تھیں۔ وہ کھوئی کھوئی نظروں سے مجھ گھور رہے تھے۔

”میری معروضات میں کوئی الجھاؤ نہیں تھا۔“

دوسرے انداز میں یوں کہہ لیجئے کہ مسلمانوں سے وفاداری کا مطالبہ نردی، خوف اور احساس کتری کا ایسا ہی مظہر ہے جیسے ہم دہشت کے عالم میں جنمیں مارتے ہیں۔“

”اے یار تم ختم کرو۔“ مولانا اکتا کر بولے۔ ”پرانتھہ ماشاء اللہ آپ کی اہلیہ بہت لذیذ بنا لیتی ہیں۔ ذرا ایک دو اور منگائیے۔“

”بے شک بہت لذیذ۔ مگر میں تو فقط ایک چائے اور لونگا۔“ مرزا صاحب نے فرمایا۔ ”چائے بھی نہایت نفیس ہے۔ بھی کونسی چائے استعمال فرماتے ہیں آپ؟“

”پتا نہیں“ میں نے کہا ”یہ گھر بیومسائل میں جن میں ازرقے معاہدہ بندہ کوئی دخل نہیں دے سکتا۔“

”ازرقے معاہدہ؟“

”جی ہاں۔ ہم میاں بیوی میں طے ہے کہ ایک دوسرے کے داخلی معاملات میں ہرگز دخل انداز نہیں ہوں گے۔ مجھے اس سے کوئی مطلب نہیں کہ اہلیہ نے چائے لکڑی کے براد کے سے تیار کی ہے یا بروک بونڈ قسم اول سے۔ اسی طرح اہلیہ کو اس سے کوئی سروکار نہیں کہ عاجز جھلمل شاہ میں چلے گئے ہے یا پیر گھاٹے کی خانقاہ میں۔“

”تو یوں کہتے۔ آپ دنیا ہی میں جنت کے مزے لوٹتے ہیں۔“ مرزا صاحب بولے ”ہماری گھر والی تو اگر سن بھی لے کہ تم اجیر یا کلیر کے عرس میں جانے کا خیال رکھتے ہیں تو زمین و آسمان ایک کرے۔“

”وہاں ہوگی“ میں نے کہا۔

”اجی نہیں۔ تو الی تو اس کے سامنے بیٹے والے سنتے ہیں۔ مگر اس نے جو سن رکھا ہے کہ اجیر و کلیر کے عرسوں میں

طوائفیں بھی آتی ہیں۔ بس اسی نیا دہر۔۔۔“

”اوہ۔۔۔۔۔ سمجھا۔ یہ بھی وہی نفسیاتی جکڑ ہے۔ اب تو آپ سمجھے مولانا؟“

”کیا نفی ہے۔ طوائفوں کا سیاسی مسائل سے کیا چڑ۔“

”سیاسی نہیں نفسیاتی کہتے۔ مرزا صاحب کی اہلیہ بھی اسی نفسیاتی پیچیدگی کا شکار ہیں جس میں ہائے دلی بھائی گرفتار ہیں۔“

”ہاں آپ پر اٹھے لائے۔ اسی ہی نفسیات کی۔ ہاں نہیں تو بڑے آئے نفسیات والے۔“

چیونٹی کے پر

خاصی دلچسپ خبر ہے۔

اپنے ہندوستان نے جہاز ”جیٹ فائر ایج فائٹر۔ ایف ۲۴“ کا ڈھانچہ تو بنا لیا ہے لیکن اس میں انجن کہاں سے اور کون کون گئے، یہ معاملہ کئی سالوں سے پھیلے میں پڑا ہوا ہے۔ برطانیہ کی نالائقی دیکھتے وہ اس پر تیار نہیں کہ یہ خدمت مفت میں انجام دے۔ ”الحمد للہ“ متحدہ جمہوریہ عرب نے جتا دوستی ادا کرنے کا ارادہ فرمایا ہے۔ اس کا ایسا ایک انجن ہے جو اخباری اطلاع کے مطابق اگر چہ ابھی ابتدائی جانچ کے مراحل میں ہے لیکن اس نے پیش کش کر دی ہے کہ آپ کا ڈھانچہ، میرا انجن۔

بقول شاعر۔ تیری گاڑی میرا بیل
یہ دیکھو قدرت کے کھیل

بات خوشی کی ہے اگر یہ بیل منڈھے چڑھ جائے۔ لیکن خبر کا خاص حصہ تو عربیہ یوٹھ کے وہ الفاظ ہیں جو اس سلسلے میں انھوں نے دنیا کو عطا کئے ہیں، ڈھانچے اور انجن کے باب میں وہ فرماتے ہیں۔

”اگر ان دونوں کو جمع کر دیا گیا تو مغربی ممالک پر یہ بات واضح ہو جائے گی کہ اتر قریہ اور ایشیا کے

مالک کو آئندہ مغربی مالک پر بھروسہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

اطلاخ اگر درست ہے اور واقعہ ڈیپلومیٹ حسب بہادر نے ہی کچھ فرمایا ہے تو مجھ میں نہیں آتا کہ ان کی اصلی ترین ڈیپلومیسی کو کن لفظوں میں داد دی جائے۔

ایک نہا بجا اگر پہلی بار اپنے سہلے بیٹھ جانے پر یہ خیال کرنے لگے کہ اب وہ ستر برسوں کی بد سے بے نیاز ہوا تو یہ بات اتنی مضحکہ خیز نہیں ہوگی جتنی یہ بات مضحکہ خیز ہے کہ کھنڈر نے ایک انجن بنایا اور خوشی سے پھول گئے کہ اب ہم بھی جوان ہوئے!

اد چھاپن اور ناشکری تو خیر عام طور پر انسانوں کی افتاد طبع سے ہی گھر اس کی بھی ایک حد تو ہونی چاہیے۔ افریقہ اور ایشیا مغربی مالک کے جس حد تک دست نگر اور محتاج ہیں اتنا محتاج تو شاید ایک نو زیدہ بچہ بھی اپنے پردہ نش کرنے والوں کا نہ ہو۔ کسی نے بہت تیر مارا تو امریکہ و برطانیہ کا در چھوڑ کر روس کی چوکھٹ پر جا سر جھکایا۔ آج

کا پورا نظام زندگی معینی ہے اور مشین کا مادہ اس سائنس پر ہے ایشیا اور افریقہ تو ریل اور موٹر جیسی ابتدائی مصنوعات بھی اس التزام کے ساتھ نہیں بنا سکے کہ اول آخر تک کسی بھی مرحلے میں وہ امریکہ و روس کے درہن منت نہ ہوں۔ پچھلے برس کی بھی بلکہ طفلانہ بات ہے جو دیا ر عرب کے ایک بڑے ڈیپلومیٹ کی زبان سے سننے میں آ رہی ہے حد ہوگئی ہم بجا اسے تو آج دو لقمے روٹی کیلئے بھی امریکہ علیہ الرحمہ کے محتاج ہیں۔ ہمارا تو ڈھانکنے والا ایک ایک تار مغرب ہی کی تیار کردہ مشینوں سے نکلا ہے ہمارے پاس دھرا کیا ہے۔ نہ قومی کیرکٹر نہ سائنس نہ نظام فکر نہ تصور حیات۔ مگر شاید ڈیپلومیسی اسی کا ناکارہ ہے کہ آدمی زیادہ سے زیادہ چھوڑا، کم ظرف، نانا کرا اور مرط دھرم بن جائے۔ زندہ بادا لے انسانیت لے شرافت لے دیانت تجھ پر تین طلاق۔

(ملازندہ صحت باقی)

ہمارا رہنمائے صحت کی ایک اہم پیشکش



ہمارا مددگار رہنمائے صحت "تبدیق نمبر" اور اسکے علاج پر ایک ضخیم نمبر شائع کرنا ہے۔ اس کا مقصد صحت کے اس خصوصی نمبر میں مندرجہ ذیل زاویوں کو تبدیق پر روشنی ڈالنا ہے گی تاکہ یہ نمبر کسی بھی طریق علاج کی معلومات سے تشنہ نہ رہے۔

- (۱) طب یونانی (۲) طب ویدک (۳) طب ہومیوپیتھک { اسباب - علامات - اصول علاج - کامیاب معالجات
- (۴) طب ایلیوپیتھک (۵) سیاسی علاج
- (۶) دیگر تدابیر سے علاج (۷) علاج بذریعہ پانی (عمل) (۸) آفتابی غسل اور دیگر تدابیر
- (۹) پاک ہند کے اطباء نامور کی تحقیق و ریسرچ (۱۰) جدید حاضر کے نامور اطباء کا دستور العمل۔ اس سلسلے میں ۲۰۰ نمونہ ادا کو خود دی گئی ہے

بے عظیم و ضخیم نمبر اکت ۱۹۶۳ء

میں شائع ہوگا۔ تنہا اس نمبر کی قیمت ۵ روپے ہوگی۔ لیکن جو حضرات رہنمائے صحت کا سالانہ چندہ دورہ تبدیق نمبر کا اضافہ سے مصارف جسطری ڈیڑھ روپیہ تک تین روپے پچاس سے بذریعہ منی آرڈر بھجوادیں گے انکی خدمت میں یہ نمبر بذریعہ جسطری ارسال کر دیا جائیگا ہندوستان کے احباب ندرہ روزہ الحسنات "لام نور لونی کے نام ساتھ تین روپے بھجوا کر سید میں بھیجیں انکی خدمت میں تبدیق نمبر اور سال بھر کیلئے پورے جاری کر دیا جائیگا۔

پوسٹ کس کے لابل پورہ

جناب اسلام اللہ صدیقی کی چند کتابیں

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما | اصلاح المرسوم ۱/۷۵
اولو العزم صحابی جنھیں حضور

اکرم نے مدبرا سلام اور مومن کامل کے لقب سے نوازا۔ نہایت
مستند اور اثر انگیز بیرائے میں۔ دو روپے چھپس پیسے۔

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما | جلیل القدر صحابی
اولو العزم قرآن و

اور جو صلہ مند فاتح کی پاکیزہ سیرت جسے زبان رسالت نے
بہدی کے لقب سے نوازا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا | رسول اللہ کی چھٹی بیوی
امت مسلمہ کی افضل ترین

ماں کی حیات طیبہ بڑے مؤثر اور ایمان اور ذرا انداز میں ۸۸ پیسے
رضی اللہ عنہا کتاب بڑا ظلم ہے کہ نبی کریم

ناجدار مدینہ کی شہزادیاں کی چار بیٹیوں میں سے

تین کے نام اور حالات سے اکثر لوگ ناواقف ہیں۔ یہ کتاب
اسی مجرا میں لاہور دہلی کو دور کرنے کی ایک کوشش ہے جسے حضرت

مولانا عبد القدیر صاحب کی تقریظ سے مزین۔ ۸۸ پیسے۔

مولانا اشرف علی تھانوی کی چند کتابیں

روح تصوف ۲/۵۶ | اصلاح المرسوم ۱/۷۵
پہلی زور مکمل نڈل ۱۵/- | حیات المسلمین ۱/۷۵

اشرف العباب ہر سہ جلد ۵/۱۵ | تفسیر بیان القرآن مکمل ۲۰/-
تعلیم الدین ۱/۵۰

مولانا آزاد کی چند کتابیں

تبرکات آزاد (مکتوبات) ۶/-
غبار خاطر () ۵/-

صدائے حق () ۲/۲۵
شہید اعظم (واقعات کرلا) ۱/۵

النسبیت موت کے دروازے پر ۳/۵۰
معتلات آزاد ۳/-

مضامین آزاد ۲/-
قول فیصل ۲/۵۰

مضامین ابلاغ ۳/۷۵
مضامین ابلاغ ۳/۷۵

مسلمان عورت ۴/-

مولانا محمد طیب صاحب کی چند کتابیں

اسلام اور فرقہ واریت ۱/۵۰ | اسلام کا اخلاقی نظام ۳/۲۵
مشاہیر امت ۱/۵۰ | نظری حکومت

۲/۱۵۰ | مکمل ہر دو حصہ ۱/۷۵
۲/۱۵۰ | فلسفہ و نماز

۲/۲۵ | فلسفہ مصیبت راحت ۱/۷۵
۲/۲۵ | اصول اسلام ۱/۲۵

۲/۲۵ | کلمہ طیبہ ۲/۲۵
۱/۵۰ | حدیث رسول کا

۲/۲۵ | شہزادی معیار

مکتبہ تجلی دیوبند (دیوبند)

سعیدہ کشیدہ کاری

معمولی سے معمولی کپڑے کو اچھی لکھائی سے دلکش بنایا
جا سکتا ہے۔ سعیدہ کشیدہ کاری میں پیش کئے گئے

اعلیٰ درجے کے پھول پوٹوں، بیلموں اور کپڑوں میں اس کا
خصوصیت سے لحاظ رکھا گیا ہے کہ کڑھنے کے بعد زیادہ

سے زیادہ دل فریب معلوم ہوں۔ بہترین چھپائی۔ بلا ٹنگ
کی حسین اور مضبوط جلد۔ کاغذ عمدہ۔ بہنوں، بیٹیوں اور

بیویوں کے لئے ایک اچھا تحفہ۔
قیمت ساڑھے پانچ روپے

مکتبہ تجلی دیوبند (دیوبند)

مستقل عنوان

تقدیر تبصرہ

کھرے کھوٹے

تبصرے کیلئے ہر کتاب کے دو نسخے آنے ضروری ہیں!

مخزن الولایت

اُردو ترجمہ :- لفظیات شاہ شاہ صفحہ المتونی ۱۳۸۷ء

موتیہ، منشی محمد ولایت علی عزیز۔ مترجمہ :- محمد جمیل حسین شائع کردہ :- پاک ایڈمی ڈیپارٹمنٹ، چیبرا آباد کراچی صفحہ ۲۸۵ لکھائی چھپائی گوارا۔ کاغذ سفید۔ ناول سائز۔ قیمت جلد تین روپے

یہ کتاب چار اجواب پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں حضرت شاہ صفحی کے حالات ہیں۔ دوسرے میں ان کے ارشادات ان کے مشاغل و اعمال اور عادات و اخلاق وغیرہ۔ تیسرے میں ان کی گرفتاری اور چوتھے میں ان کے خلفاء کے حالات۔ ذمت کی کمی اور ذوق کی قلت۔۔۔ دیوبند ہی دجہ سے کتاب کو اول سے آخر تک تو نہ بڑھ سکے لیکن اتنا ضرور پڑھا کہ تبصرہ کی ذمہ داری ادا کر سکیں۔ کوئی شک نہیں کہ صوفیاء و مشائخ ہماری ملت کے گرووں پر ستاروں کی حیثیت رکھتے ہیں اور ان کے تذکروں کا مطالعہ دل و دلخ کو پرورش دیتی ہے اور گداز عطا کرنے کا ایک بڑا ترسیلہ ہے لیکن اسی کے ساتھ ان تذکروں میں متعدد ایسے گوشے اور عناصر ضرور نظر آتے ہیں جن کی کوئی مناسب ترجمہ نہیں ہے جیسے ناول خود گو جیران سرگشتہ پالتے ہیں۔ ہمیں قرآن و حدیث، سیرت، تفسیر و آثار صحابہ سے زبرد تقویٰ کی جو ہیئت، عبادات کا جو خاکہ،

تصویرات کا جو زاویہ، اخلاق کا جو نمونہ اور خدا پرستی کا جو مشکل معیار ملا ہے اس سے بھی ہوتی چیزوں کو محاسن و محامد کی فہرست میں شامل کرنا اور ان چیزوں کو اسلام کی مطلوبہ صحابحت کا منظر اور آئینہ بان لینا ہمارے لئے بڑا ہی مشکل اور ہمت آزا مرحلہ ہے۔ مثلاً "سماح" کے عنوان سے قرآنی سننے کا مشغلہ ہے شمارہ صوفیاء کے یہاں نہ صرف معمولات میں داخل ہے بلکہ تزکیہ نفس اور ارتقا کے روحانی کا ایک خاص وسیلہ ہے۔ حضرت شاہ صفحی صاحب بھی۔ جن کا تذکرہ زیر تبصرہ ہے۔ اسی زمرے کے مشائخ میں ہیں۔ اب ہم کہاں سے وہ بنیاد ڈھونڈ کر لائیں جس سے ہمیں یہ اطمینان حاصل ہو سکے کہ مشائخ کا ایجاد کردہ ہر وسیلہ واقعہً اسی اسلام کے مخزن صفحی کے لئے نکلا ہے جس کی تعلیم ہیں قرآن و سنت سے ملتی ہے۔ اگرم نئی ایجاد۔ جس کا کوئی سراغ خیر القرون میں نہیں ملتا۔ اسی طرح اور متعدد چیزیں ہیں جو دنیا سے تعریف میں سلامت کا درجہ حاصل کر چکی ہیں، لیکن ہم بے خبروں کو اللہ کی کتاب اور تفسیر کے اصول سے میں ان کی کوئی جھلک تک نہیں ملتی۔

صوفیاء و مشائخ کی عزت و عظمت ہمارے قلب میں بھی ہے اور جو لوگ اللہ کے نیک بندوں سے کد اور عناد رکھیں انھیں ہم بدتھیب خیال کرتے ہیں، لیکن ہمیں یقین ہے کہ اکثر مبالغہ پسند اور غبی قسم کے عقیدہ مندوں نے اپنے موٹے فلم

سے صوفیاء و مشائخ کی بڑی غلط تصویریں کھینچی ہیں اور فراموشی و
دراست کو بالکل ہی چھٹی دیدی ہے۔

مخزن الولائی کے مرتب اپنے رشحات کے آئینہ میں
خاصے ذہن اور صالح فکر ان سان نظر آتے ہیں لیکن وہ بھی عقیدت
اور حقیقت میں توازن قائم نہیں رکھ سکے۔ صرف ایک مثال
پہرہ قلم ہے۔

کرامات کے باب میں اختتام پر لکھا گیا ہے:-

"ایک مرتب کسی وقت آپے فرمایا تھا کہ دلی اپنے کرامات

کو اس طرح پڑھیں وہ رکھ سکے (دلوگوں سے چھٹا ہے جس

طرح حاضنی عورت جس کو ۱۳۷۷

یہ حضرت شاہ صفی کار ارشاد ہوا۔ اس پر مرتب اپنا

ریارک دیتے ہیں:-

"اور سچ تو یہ ہے کہ ان قدس اللہ سرہ کے ہر ایک کام

کرامات پہنچی تھی۔ یعنی ہر کام کرامت تھی۔"

ایک معمولی عقل کا آدمی بھی اندازہ لگا سکتے کہ ان

مبالغہ آمیز الفاظ کا لکھنے والا اپنے ممدوح کی حقیقی تصویر ہرگز

نہیں کھینچ سکتا بلکہ غلو اور افراط ہی سے کام لے گا۔

خیر ریارک کو چھوڑیے۔ خود شاہ صاحب کے مقولے کو

ذہن میں رکھ کر یہ دوا اقتباس ملاحظہ فرمائیے جو اسی باب میں

چند صفحہ قبل موجود ہیں:-

صفحہ ۱۲۵ پر بیان ہوا:-

"ایک بار ایسا ہوا کہ لالہ بہاری محل قانون گوئی جرم

میں مافوق ہوئے۔ مولوی انام بخش آپ کی رحمت

شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کل حال

ان کا بیان کیا۔ آپے ارشاد فرمایا ہم نے ابھی اسے

موقوف نہیں کیا ہے۔ چنانچہ جرم کی علت اور مقدمہ

کی خسروانی ہوتے ہوئے وہ اپنی جگہ پر برقرار ہے۔"

اس سے بحث نہیں کہ سرکاری ملازموں کو ان کی جگہ

رکھنا یا موقوف کرنا کیا واقعی اللہ تعالیٰ نے صوفیاء و مشائخ

کے سپرد کر رکھا ہے۔ چلتے مان لیا یہ درست ہی ہو گا

لیکن اپنی کرامت کو یہاں شاہ صاحب کے جس طرح بے آغوش ظاہر

نمایاں کیا ہے۔ اور بے ضرورت کیا ہے۔ کیا اسکے ہوتے

ہوتے بھی یہ باور کیا جا سکتا ہے کہ شاہ صاحب انھما سے کرامت

کو ایسا ہی ضروری سمجھتے تھے جیسا کہ حاضنی عورت جس چھپانے

کو؟ وہ اگر اتنا ہی فرمادیتے کہ بہاری محل انشاء اللہ موقوف

نہیں ہو گا تو بات ختم تھی، لیکن پھرٹ سے یہ کہنا کہ:-

"ہم نے ابھی اسے موقوف نہیں کیا"

ایسے تیسرے رکھتا ہے جیسے خود کمانی اور پندرہ کالاوا اہل طبرہا

ہو۔ ہمارا خیال یہ ہے کہ حقیقی اولیاء اللہ ان گروگوں سے

بالا تر ہیں۔ یہ سب تو عقیدت مندوں کی انسانہ طراریاں ہیں

صفحہ ۱۲۶ پر ہے:-

"ایک مرتب یہ ہوا کہ ایک روز فقیر سے ایک خط لکھوا

ہے تھے آپ نے یکا یک ارشاد فرمایا کہ یہ شعر

خط میں لکھو۔ جس کے مطلب سے باور یہ نظر میں

دہرنے داشت از لوث دنیا، دنیا طلبی (نفس پوری)

کا کچھ ترشح ہوتا تھا۔ میرے دل میں خطرہ گذرنا کہ حکم

نہیں کہ اس شعر کے کیا معنی لئے جائیں۔ آپ فوراً میری

طرف متوجہ ہو گئے اور پوچھا کہ تم اس شعر کا مطلب

کچھ؟ میں نے عرض کیا عقلی معنی ظاہر ہے کچھ اندر میری

کچھ میں نہیں آیا۔ آپ ذرا دیر کے لئے مراقبہ میں بیٹھا

(دراختہ) یعنی معاً چاک اس کے معنی میری کچھ

میں آگئے چنانچہ میں نے سراہا تھا کیا کہ عرض کروں۔

اسی وقت آپنے بھی مراقبہ سے سر اٹھایا اور میں کہنے

بھی ڈپایا تھا کہ آپنے فرمایا "سمجھ گئے؟" میں نے

عرض کیا جی ہاں۔ آپنے کہا تم نے خود یہ معنی نہیں لگائے

میں نے تمھارے دل میں القا کیا ہے یہ واقعہ تمھاری

میں نہیں سجد کے صحن میں اور لوگوں کے سامنے پیش

آیا۔"

اول تو خط میں ایسا شعر لکھوانا جو دنیا طلبی کا مفہوم

رکھتا ہو اولیاء اللہ کے شایان شان نہیں۔ مان لیا کہ اس کا

ایک بہتر مفہوم مراقبہ کے ذریعے القا کر دیا گیا، لیکن اسے واقعہ

۱۹۷۷ء ایسی غلطیاں اس کتاب میں بے شمار ہیں۔

دیکھا جاتا ہے اس کی وجہ شاید منہاج کے اسی طرح کے ارشاد ہوں۔ ہم تو یہی سمجھتے تھے اور یہی سمجھتے ہیں کہ علم کے بغیر فقہ و درویشی شیطانِ جال کے سوا کچھ نہیں۔ اسلامی تصوف اور علم میں تضاد نہیں ہو سکتا بلکہ وہ باہم دگر پیوستہ اور ایک دوسرے کے معاون ہیں۔
صفحہ ۷ پر :-

”ارشاد ہوا کہ حضرت ابی کریم اللہ وہب کے مراتب کا جو درجہ ہے وہ کسی کو نہیں معلوم ابن تصوف کی شان اور آپ کی عظمت و بزرگی بہت ارفع و اعلیٰ ہے۔“

ایسے ہی مبالغوں نے رفض و تشیع کی لئے کو اونچا کیا۔ تعریف کا یہ انداز سرکارِ دو عالم کے لئے تو نوزوں ہو سکتا ہے لیکن ان حضراتِ علی کے لئے جنہیں امت کا سوا ذی اعظم باعتبار مراتب تینوں خلفاء کے بعد رکھتا ہے ایسا اندازِ علم کے سوا کچھ نہیں پہلا ہے گا۔
صفحہ ۱۲ پر :-

”ارشاد ہوا کہ سائب میں اگر زہر ہے تو صرف اس کی زبان میں ہے اور عورت جو ہے وہ سوا یا زہر ہے۔“

یہ طرزِ فکر اسلامی نہیں۔ عورت کے بارے میں ایسی تنقید آمیز اور رسوا کن باتیں تو ماضی کے جاہلی فلسفوں میں ملتی ہیں۔ جس امت کے مقتدا اعلیٰ اللہ علیہ وسلم نے عورت کو دنیا کی تین محبوب ترین چیزوں میں سے ایک قرار دیا ہے وہی امت اگر اس طرح عورت کی تذنیل کرے گی تو انصاف کرنے اور کون تھے گا۔ اسلام نے عورت کو گرایا نہیں اٹھایا ہے۔ عورت سوا یا زہر نہیں ہے وہ تریاق بھی ہے۔ وہ ماں کی حیثیت میں مریم ہے۔ بیٹی کی حیثیت میں فاطمہ بیوی کی حیثیت میں خدیجہ عاتقہ اور ام حبیبہ۔ کائنات کا سب سے بڑا انسان بھی ایک عورت ہی کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔ ہم جنسِ عورت کو جو بھی گالی دیں گے وہ ہماری ماں پر ضرور پڑے گی۔ ہماری ہی ماں ہے

شعر کا مفہوم کون ہے گا جب کہ الفاظ سے یہ تبادلی نہیں ہے۔ دوسرے پہلی خرابی یہ ہے کہ واقعہ معنی میں متعدد لوگوں کے سامنے پیش آ رہا ہے۔ کون اس بدگمانی کی راہ رو کے گا کہ شاہ صاحب نے قصداً ایسا شعر لکھوایا جس کے سلسلے میں انھیں اظہارِ کبر امت کا موقع مل سکے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی زبان سے یہ تفاخر آمیز الفاظ نکل رہے ہیں کہ :-

”تم نے خود یہ معنی نہیں نکالے ہیں تمہارے دل میں اٹھایا ہے۔“

پلاسٹن فاضل مرتب تمہوس کر سکتے کہ خود و نائش اور خود ستانی کے نامیہ عناصر پر مشتمل ایسی کہانیاں اس نظریہ سے کوئی مناسبت نہیں رکھتیں جو حیض والے ارشاد میں بیان ہوا ہے۔ ہم پھر وہی کہیں گے کہ واقعہ کچھ اور ہی رہا ہو گا مگر اندھی عقیدت کے اوروں نے اپنی افسانہ طرائزی ال میں آمیز کر دی۔

صفحہ ۱۵ پر :-

”ارشاد ہوا کہ ریح جب پیٹ میں گھبے اور اپنی جگہ چھوڑ دے طریقت کا وہ صومناقط ہو جاتا ہے مگر شریعت کا وہ جو جب تک ریح خارج نہ ہو نہیں ٹوٹتا۔“

کیا اس طرح کی باتیں یہ ظاہر نہیں کرتیں کہ طریقت قانونِ شریعی کے سلسلے میں بھی اپنے الگ معیار اور امتیاز پر برابر منحصر ہے؟

صفحہ ۲۹ پر :-

”ارشاد ہوا کہ حضرت مولانا مہدی عبدالرحمن قدس سرہ فرماتے تھے کہ انسان کو علماء یا فقہاء میں سے کسی ایک کی صحبت اختیار کرنا چاہئے جو دوستی پر سوا ہر قسم کے ایک پاؤں اس پر اور ایک پاؤں دوسرے پر وہ شرط ہے۔“

یہ کیا اس قرآن پر طعن نہیں جس میں بار بار علماء ہی کی توصیف کی گئی ہے اور علم ہی کو مدارِ ایمان قرار دیا گیا ہے؟ اہل طریقت کو جو عاقل طور پر علماء سے گریزاں اور علم و منطق سے بیزار

نہیں انبیاء و رسول تک کی ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں پر پڑ کر ہے گی۔

کتابت کی غلطیاں بھی کتاب میں کافی ہیں۔ مثلاً صفحہ ۱۳۳ پر:-

”كُلُّكُمْ اُمَّرٌ مَّرْهُوْنٌ يٰۤاُدْقِصْحَا“
”مرہوں“ کے نون پر دو زبر دیئے گئے ہیں حالانکہ دو پیش ہونے چاہئیں۔

اسی طرح صفحہ ۶۵ پر:-
”لِي مَعَ اللّٰهِ وَقَدْ“

”اللّٰہ“ پر پیش دیدیا گیا حالانکہ زیر ہونا چاہیے۔ کہیں کہیں ترجمہ حیرت ناک طور پر غلط نظر آیا۔ جیسے صفحہ ۵۵ پر:-

سحر کوشتمہ و صلح بخواب ہی دیم
نہے مراتب خواہے کہ بزیر ادریت
اس کا ترجمہ یوں کیا گیا ہے:-

”وقت سحر میں نے خواب میں ان سے ملنے کا کوشش دیکھا۔ ایسے خواب کے مراتب کا کیا ہنسا کہ یہ بیداری میں دیکھنے بھی نہیں ہیں۔“

خط کشیدہ فقرہ ”بزد بیدار سیت“ کا ترجمہ کیا گیا ہے جو صحیحاً غلط ہے۔ دوسری مثال صفحہ ۱۰۷ پر:-

گرد نظر و فنش نظر داری گہی
در نظر بر طرف داری گہی
ترجمہ کیا گیا ہے:-

”اگر برتن بنائے وائے پر نظر رکھتا ہے تو شاہ ہے اور اگر صرف برتن پر نظر ہے تو گمراہی ہے۔“

”مظروف“ کے معنی برتن بنانے والا (ظرف ساز) لینا تعجب خیز ہے۔ مظروف تو اُس شے کہتے ہیں جو ظرف کے اندر ہو۔ جیسے کٹورے میں پانی۔ تو پانی کو ”کٹورے“ کا خالق ”کون کہے گا!“

ندیدین پنج اثرے در میانہ کنہ عاشق کسانرا غائبانہ
ترجمہ کیا گیا:-

”جو لوگ عاشق مزاج ہیں ان پر درمیانہ کا دارا سا اثر دیدنی کا کام کرتی ہے۔“

بھلا کیا بات ہوئی؟ نہ الفاظ درست۔ نہ معانی ٹھیک۔

ترجمے کا یہ رنگ دیکھ کر یاقی ترجمے کے متعلق بھی حسن ظن قائم نہیں ہوتا۔
صفحہ ۱۶۶ پر کہا گیا:-

”بیرز فاضل ہیں اور معقول و منقول کی کتاب ہیں جیسے مشکوٰۃ شریف، ترمذی شریف، بیہناوی شریف اور علاوہ اور چیزیں۔۔۔“

مگر جنوں ہی متذکرہ کتاب میں منقول کی ہیں۔ کم سے کم ایک ہی نام کسی حقوی کتاب کا بھی آگیا ہوتا۔

یہ کہنا تو ظلم ہو گا کہ کتاب جو اہر بیڑوں سے عالی ہے۔ اسان اخوذ ارشادات و حالات سے پوری کتاب مزین ہے لیکن ناسد و کاسد اجزاء اور دشمنانک عناصر بھی خاصی مقدار میں ہیں۔ جو لوگ طریقت و تصوف کے سلسلے میں ربطت یا پس کی تیز نہیں کرتے اور ہر اُس چیز کو سراٹھکھوں پر بیٹھے ہیں جو کسی ولی اور شیخ سے منسوب ہو جائے ان کے لئے یہ کتاب دل کا نور اور آنکھوں کا مسرور ثابت ہوگی۔

مسلم مالک میں اسلامیت
اور مغربیت کی کشمکش

انہی۔۔۔ مولانا سید علی
میاں ندوی۔
اشفاق کو دکھ۔ مجلس
تحقیقات و نشریات اسلام۔ ندوۃ العلماء۔ لکھنؤ۔
صفحات:- ۱۶۷ ساگز متوسط۔ کاغذ طباعت کتابت
معیاری۔ جلد پر خوبصورت گرد پوش۔ قیمت پانچ روپے۔

یوں تو مولانا علی میاں کی تمام ہی تحریریں علمی و فکری اعتبار سے اہمیت کی حامل ہوتی ہیں لیکن موجودہ عالم اسلام کے احوال و کوائف سے واقفیت اور وہاں درخما ہونے والے فکری تہذیبی تغیرات کے فہم میں انھیں خصوصی امتیاز حاصل ہے۔ ہندو پاک میں کم لوگ ہوں گے جنھوں نے ایک ماہر طبیب کی طرح موجود

پر بھی نہایت فاضلانہ گفتگو کی ہے کہ اسلامی اصول و اقدار کو منہدم کرنے والے مغربی فکر اور فلسفے کے اُمنڈے پھیلنے طوفان کا مقابلہ کیونکر کیا جاسکتا ہے اور ان خوفناک امراض کا صحیح علاج کیا ہے جو مغربیت کے عالمگیر رجحان نے پورا اور پائی کی طرح عام کر دیے ہیں۔ لاریب کہ جو علاج انھوں نے تجویز کیا وہی واحد علاج ہے اور نظام تعلیم میں جس ہمہ گیر اور بنیادی انقلاب کو انھوں نے ناگزیر قرار دیا ہے واقعہ وہ ناگزیر ہی ہے۔ لیکن ایک بار پہلے بھی ہم نے بسینل فیکرہ کہا تھا اور آج پھر یہ ادب کہتے ہیں کہ اس مطلوبہ انقلاب کی حیثیت ایک تمنا، ایک خواب جیسی ہے۔ اسے اینٹ اندھ چھڑکی دنیا میں روٹنا کہنے کے لئے امت مسلمہ کو کن فنکری خطوط پر جدوجہد کرنی چاہئے یہ ابھی تک نشانیہ اظہار ہی ہے ہم نے اپنی چھٹی طبعی عقل کو جتنا بھی بچھا یا وہ اس کے سوا اور کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکتی کہ اس منزل انقلاب کی طرف پیش قدمی کرنے کے لئے جو منظم فکر جماعت اسلامی نے پیش کیا ہے اس سے زیادہ نظم اور قرین قیاس فکر کسی اور فریاد جماعت کی طرف سے۔ کم سے کم آج کے زمانے میں تو پیش نہیں کیا گیا جیسے۔ یہ سوال اندھی عقیدت کا نہیں۔ مولانا علی میاں جیسے اہل بصیرت اور باغ نظر حضرات اگر علم و متانت اور دیانت و حق پروردگی کی پوری ذمہ داری کے ساتھ یہ خیال رکھتے ہیں کہ جماعت اسلامی کے پیش کردہ خطوط عمل اور فنکری زاویے ناقص و ناکارہ ہیں۔ ان کی رہنمائی ہمیں اصلاح و تطہیر کی مطلوبہ منزل تک نہیں لے جاسکتی تو انھیں سجدگی کے ساتھ بتانا چاہئے کہ صحیح تر خطو کیا ہیں اور کس نوع کی جدوجہد سے یہ ملت اپنے حسین خواب کی تعبیر کے تانے بانے بن سکتی ہے۔ ہم نے کتاب کے اس اہم ترین باب کو تین مرتبہ پڑھا ہے اور اس کو کشش کے ساتھ پڑھا ہے کہ تم بھی اور علی بے باگی کے باعث مطالب کا کوئی گوشہ ہماری نظروں سے اوجھل نہ رہنے پائے، لیکن ہمیں اعتراف ہے کہ مولانا کے پیش فرمودہ علاج سے سو فی صدی تعلق ہونے کے باوجود ہمیں وہ دکان نظر نہیں آسکی جہاں سے اس علاج

عالم اسلام کی بھینس ٹٹوٹی ہوں اور سطح سے اتر کر تہہ تک مطالعہ کیا ہو پیش نظر کتاب ان کے اسی امتیاز اور ژرف نگاہی کا ایک قیمتی ثبوت ہے۔ اس میں انھوں نے بڑی فراست سے اس کشش کا جائزہ پیش کیا ہے جو سلطان ملکوں میں اسلام اور مغربی تہذیب کے مابین جاری ہے۔ یہ کشش کب سے شروع ہوئی اس کے بارے میں کب کس ملک نے کیا رویہ اختیار کیا، کن شخصیتوں نے اس میں نمایاں حصہ لے کر کس نوع کی جدوجہد کی، یہ کن مراحل سے گزری اور آج کن منزلوں میں قدم زن ہے۔ یہ سب انھوں نے بڑی باریک بینی، حقیقت پسندی اور حسن ترتیب کے ساتھ زیر قراں کیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ کم پیش تمام ہی عالم اسلام میں متحد پسند اور مغرب گردیدہ سربراہوں کے ہاتھوں مغربی تصور حیات کو جو شاندار فتح اور اسلامی فکر و نظر کو جو ہزیمت نصیب ہو رہی ہے وہ ہر ناک حد تک الم انگیز ہے۔ اسلام کے اہل کفر کے چراغ جلانے چاہئے ہیں اور قرآن کے نام پر وہی کچھ بھیلایا جا رہا ہے جس کی بیخ کنی کرنے قرآن آیا تھا۔

آخری باب میں فاضل مصنف نے بڑی صاحب نظری کے ساتھ یہ بھی فرمایا ہے کہ اس اُمنڈے پھیلنے طوفان کا مقابلہ کیونکر ممکن ہے۔ اس باب کو پڑھ کر بے اختیار ہمارا دل مصروف کی خدمت میں یہ عرض کرنے کے لئے بیتاب ہو گیا کہ لے طیب حاذق! اسے ہمارے رہنا! جس ہمہ گیر تعلیمی انقلاب اور فنکری تغیر کو آپ واحد استرہ قرار دے رہے ہیں کیا وہ اس طریقہ کے علاوہ بھی کسی صورت سے ممکن الحصول ہے جسکی دعوت جماعت اسلامی دیتی ہے؟ کیا آپ واضح کر سکیں گے کہ جو بنیادی خطوط جماعت اسلامی نے جہاد و عمل کیلئے پیش کئے ہیں وہ اگر غلط ہیں تو وہ صحیح خطوط کون سے ہیں جن پر اس مطلوبہ انقلاب کی عمارت اٹھ سکتی ہے۔ آپ جیسے حقیقت پسند، روشن فکر اور زیرک آدمی کے قلم سے یہ معلوم کر کے ہیں، پھر تاخیر ہو کر مطلوبہ انقلاب کے لئے آپ بھی کسی جہدی موبوڈ جیسی شخصیت کے منتظر ہیں۔

تجزیہ و تحلیل کے بعد مروجہ نئے سیرے باب میں اس

علاج ہے اس کے بے شمار کٹھن مراحل طے کرنے کی صورت
کیا ہو اور کس طرح ان فلک بوس چٹانوں کو ڈھانسا میٹ
کیا جائے جن کی موجودگی میں ظاہر بہ سفر کی چند اہستہ رفتی
منزلیں بھی طے نہیں ہو سکتیں۔

چوتھے باب کو بھی ہم نے بڑی توجہ سے پڑھا اور
دو بار پڑھا۔ یہ گویا پتھر ہے پوری کتاب کا۔ انہیں بولنا
نے بتایا ہے کہ امت اسلامیہ کا مقام اور اس کی دعوت
کیا ہے۔ ہر سرسبز سے مولانا کا سوز و گداز ابلا پڑتا ہے اور
لفظ لفظ ایمان کی تابش سے دمک رہا ہے لیکن جب وہ
"عالم اسلام کا سب سے بڑا اخلا" کا عنوان دیکر کہتے ہیں کہ۔

"عالم اسلام کا اس وقت سب سے بڑا اخلا اس

قائد اور جوصلند انسان کا تقدیر ان سے جو مغربی

تہذیب کا جرات، اعتماد اور یقین کے ساتھ سامنا

کرے اور اس تہذیب جدید کے مختلف مانچوں،

مختلف مکاتب فکر اور راستوں کے درمیان

ایک نیارا راستہ پیدا کرے۔ ایسا راستہ پیدا

کرے۔۔۔۔۔ جس میں وہ تقلید و نقل، غلو

اور انتہا پسندی سے بااثر نظر آئے اور ظاہری

مشکلات، مظاہر اور سطحی نقطہ نظر سے بلند ہو،

حقائق اور مسائل، قوت اور مغربی طرف متوجہ

ہو اور اس کے ظاہری خول میں نہ اٹھے۔

تو ہمیں بے اختیار ایک ایسے شخص کی یاد آ جاتی ہے

جو ایسے ہی اوصاف و شمائل کے ساتھ تقریباً تیس سالوں سے

اپنی زندگی کی ایک ایک ساعت اصلاح و تطہیر اور ایک صالح

انقلاب کی راہ میں کھپا رہے مگر اپنے اور جگائے، مغرب زدہ

اور رجعت پسند عالم اور جاہل سب اس کے تعاقب میں لگے

ہوتے ہیں۔ اس کے ہی اوصاف و شمائل انہیں مولانا ندوی

آئیڈیل کی حیثیت سے پیش فراتے ہیں اس کے حق میں بالی

جان بن گئے ہیں اور اس کی ہر خوبی کو عیب بنا کر عناد،

نفرت انگیزی، تذلیل اور مخالفت کا کوئی اور پتھے سے

اوجھا ہتھیار نظر انداز نہیں کیا جا رہا ہے۔

کے مطابق دوا میں مجال کی جائیں۔ ایسا ہوا اور دیا ہوا یہ
کیا جائے اور وہ کیا جائے۔ بالکل بجا۔ کرنے والے چاند
تنگ مارچ کر رہے ہیں لیکن جس کے پاس ایک معمولی سا مہواتی
جہاز تیار کرنے کے لئے دو تیرہ دھات بھی نہ ہو وہ کیسے فلک
ر سا جہاز کا تصور بھی کر سکتا ہے۔

تمام علوم و مضامین سے مادہ پرستی، خدا پرستی

اخلاقی دودھائی اقدار سے بغاوت اور جسم پرستی

کی روح نکال کر اس میں خدار پرستی، خدا طلبی، آخرت

کو شیعہ، تقویٰ شعاری اور انسانیت کی روح پیدا

کی جائے۔ زبان و ادب سے لیکر فلسفہ و نفسیات تک

اور علوم عمرانیہ سے لیکر معاشیات و سیاسیات تک

سب کو ایک نئے سانچے میں ڈھالا جائے، مغرب

کے ذہنی تسلط کو دور کیا جائے۔۔۔۔۔

دور تک مولانا نے ایسے ہی قیمتی مشوروں اور گرفتاریہ

تجویزوں سے نوازا ہے۔ کس کی مجال ہے جو ان مشوروں

اور تجویزوں سے اختلاف کرے۔ مگر عظیم و جلیل اور

مشکلات سے بھر پور کارنامے آخر کار دلوں کی ان چٹانوں

کو ہٹائے بغیر کیسے انجام پاسکتے ہیں جنھیں ہٹانے کی خاطر جماعت

اسلامی ایک مربوط، قابل عمل اور منطقی منصوبہ پیش کرنی ہے

خیالی و نیاسیں تو پورا سپاہیہ بھی ایک ہی زقنہ میں پا کر کیا

جاسکتا ہے۔ لیکن جب سوال عملی دنیا کا آجائے اور قدم

قدم پر مزا جتیں بھی شداید تیر ہو جو ہر تہ فقط ایک ہی چٹان

کو راہ سے ہٹانا اور جب فلا تک آگے بڑھنا مشکل سے

مشکل تر ہوتا ہے۔ جس تباہ کن نظام تعلیم کی پشت پر دنیا

بھری تو میں جمع ہیں، جس کے سرچشموں اور قلعوں پر دیو

پیکر سنتری پہرے لگے ہیں، جو جبر و قوت کی تمنا

تیرانیوں کے ساتھ ہم پر تسلط ہے اسے جڑ پیاد سے بدل

ڈالنا، اس کے قلعے ڈھا کر نئے قلعے تعمیر کرنا اور اس کے

محافظوں کو بے دست و پا کر دینا کھیل تو نہیں ہے۔ کاش

مولانا کبھی ایسی بھی کوئی کتاب لکھیں جس میں کھل کر بتایا

گیا ہو کہ جو شکری اور تعلیمی انقلاب ان کے نزدیک تھا

مولانا نے اس اپنے خیالی فائدے کے عبقری اوصاف و محامد کی تصویر کشی متعدد صفحات میں کی ہے اور ہمیں اگر ان کی ذات والا صفات سے گہرا حسن ظن نہ ہو تا تو ہم بریل کہتے کہ فکر و فن کے اس میٹر پر وہ شاید غیر شعوری طور پر ان لوگوں کی صف میں پہنچ گئے ہیں جو حقیقت پسند انسانوں کی طرح حالات کا سامنا کرنے کے عوض "بہرہ" میو عود کے انتظار میں زندگی گزارتے ہیں۔ لیکن حسن ظن ہمیں ایسا کہنے سے روکتا ہے اور تو جہہ ہم نے یہ کمر لی ہے کہ کسی عیبی مرد کامل کا انتظار دراصل یاس کا لفظ بناتی رہے عمل ہے جس کے ذریعے مولانا قلب و زمین کی اس غلش کا علاج کرنا چاہتے ہیں جو کفر و اسلام کی کشمکش میں اسلام کو مسلسل پسپا ہوتا دیکھ کر تڑپا پیدا ہو چکی ہے۔

بہر حال ہم یہ سمجھنے سے قاصر رہے ہیں کہ مولانا کو جس "بلند قامت دیوبند" ہستی کا انتظار ہے کیا وہ اچھا تک ڈھلی ڈھلی سامنے آجائے گی؟ ہمارا اجمال ہے کہ انسان ماں کے پیٹ سے صلا حیتوں کے درخت لے کر پیدا نہیں ہوتا بلکہ صرف بیج ہوتے ہیں جن کا پھوٹنا، نسا اور درخت بننا اور پھل دینا، حول میں کام کرنے والے گونا گوں عوامل پر موقوف ہو کرتا ہے۔ عین ممکن ہے بلکہ تاریخ میں ایسا بارہا ہوا ہے اور ہوتا رہے گا کہ ایک شخص نوال آمادہ قوم ملت کی ترقی اور اصلاح کی خاطر آگے بڑھتا ہے اور اس میں نئے پودے کی حیثیت میں وہ تمام صلاحیتیں موجود ہوتی ہیں جو سازگار ماحول اور مناسب غذا ملنے پر تناور درخت بن جائیں اور اوصاف و شائل کے وہی پھل بھول دیتے لگیں جن کا تذکرہ مولانا مروج نے "مرد کامل" کے سلسلے میں کیا ہے لیکن ماحول سازگاری نہیں کرتا اور وہی لوگ بے شمار کاؤ میں اس پودے کی نشوونما کے رستے میں پیدا کر دیتے ہیں جو بڑے شوق سے کسی مرد کامل کے منتظر ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پودے کی تمام قوت انہوں ہی کی مزاحمتوں سے جنگ کرنے میں فنا ہو جاتی ہے اور وہی لوگ بے تباہ کر دیتے ہیں جن کے تعاون اور نصرت سے یہ پودا تناور درخت بن سکتا تھا۔ انبیاء کے بعد

یہ انتظار تو فضول ہی ہے کہ کوئی ایسا انسان مطلع وجود پر طلوع ہو جس میں کمزوریوں اور خامیوں کا نام نشان تک نہ پایا جائے جس شخص کا تذکرہ بغیر نام لے ہم نے ابھی کیا ہماری تھیرائے میں وہ بھی ماں کے پیٹ سے ایسے ہی اوصاف اور صلا حیتوں کے تخم لے کر پیدا ہوا تھا جس ماحول کی مساعدت حال پہنچانی تو عجز نہیں تھا کہ ذہنی "مرد کامل" کا ایک نمونہ ہو سیکر منصفہ شہود پر نظر آجاتا لیکن جب صلا حیتوں کے یہ تخم پھوٹے اور کوئیں فکلی مشروع ہوئیں تو خود ہم نے مخالفت کی چٹانوں اور الزام و افتراء کے گزروں سے اسے کچل ڈالنا چاہا۔ ہم نے اس کی جرات منبری کو گستاخی و وسیع نظری کو بے تقلیدی اعتبار پسندی کو گمراہی، اعلیٰ داعی کو آزاد خیالی اور استقلال کو رجحان کہنا شروع کیا۔ ہم آج بھی اسے نیست و نابود کرنے کے درپے ہیں۔ ہم اپنی ذہنی تسکین کا سامان کسی خیالی "مرد کامل" کے تصور میں ڈھونڈتے ہیں اور ہم اینٹ اور پتھر کی دیوار میں کائنات کے اس پہلے اور آخری تجوہے کی بنا دیکھ رہے ہیں کہ کارخانہ عیب کے ایک ڈھلا ڈھلا یا مرد کامل نہ نقابا ہر آئے اور صدیوں کے تریافتہ نوالہ ہی نظماںوں کی بساط الٹ کر رکھے۔

انبیاء علیہم السلام کی تاریخ ہم سے آخر کیا کہتی ہے؟

کہنے لگی تھے جنہیں مادی سطح پر مسلسل ناکامیوں کا منہ دیکھنا پڑا یہاں تک کہ انھیں بیدردی سے مار ڈالا گیا۔ ایسی شاندار فتح یا بیوں کا کوئی معمولی سا پرتو بھی ان کے ذامین حیات پر نظر نہیں آتا جنہیں مولانا نے "مرد کامل" کے اوصاف و خصائص میں شعاہ کیا ہے لیکن کیا یہ سچ ہے "مرد کامل" نہ تھے؟ کیا ان کے اندر وہ جو ہر قابل موجود نہ تھا جو مردان کامل کا تمیز وہ مثالی انسانوں کا سمت کہلاتا ہے۔

حضرت عثمان اور حضرت علی اپنی انتہائی کوششوں کے باوجود اسلامی سیاست و ثقافت اور فکر و تہذیب کے دھارے کا ترخ اپنے مطلوبہ رخ پر نہیں موڑ سکے۔ انھوں نے تلخ حقائق کے میدان میں بے درجے شکستیں کھائیں اور بالآخر ایسے ہی عالم میں اپنے رتبے جاتے۔ مگر کیا وہ "مردان کامل" نہ تھے؟

طرف اس توقع میں آنکھیں لگائے رکھیں کہ غفریب ایک مردِ کامل کا مرانیوں کے پرچم اٹھائے، عبقری صلاحیتوں کا خزانہ بیخلائے بصدِ طہرانِ زمیں پر نازل ہونے والا ہے تو یہ کوئی معقول بات نہ ہوگی۔

واقعہ یہ ہے کہ ”مردِ کامل“ کی بحث ایک مستقل مضمون کی طالب ہے۔ یہاں ہم اجمال ہی پر اکتفا کرتے ہیں۔ کتاب کے قیام اور شیش بہا ہونے میں کوئی شک نہیں۔ خدا کرے اس کے مطالعہ کی تو فیق ان حضرات کو بھی مل جائے جو بعض اسلامی ملکوں کے بائیس میں محض سطحی چیزوں پر دیکھ کر ٹپے امید افزا اور تحسین آمیز فیصلے صادر کر دیتے ہیں حالانکہ سطح کے نیچے حقائق کی دنیا کچھ اور ہے۔ ملمع چمک شک ضرور دے سکتا ہے۔ لیکن پتیل کی حقیقت کو سونے میں تبدیل نہیں کر سکتا۔

کتاب میں پورے التزام کیساتھ تمام مقامات پر لفظ اللہ اس طرح کتابت کیا گیا ہے۔ ”اللہ“۔ یہ ظاہر ہے کتابت کا سہو نہیں ارادتی فعل ہے۔ ہم نہیں جانتے یہ صورتی حدیث قابلِ تحسین یا ناموزوں۔ وجدان ہی کہتا ہے کہ اسے سرمانا نہیں چاہیے آگے لکھانے

ایصالِ ثواب

اشاعہ کو دہ:۔ جناب مولوی محمد صدیق صاحب اسلام پور۔ پوسٹ ہنٹی پور۔ ضلع بنارس۔ صفحات ۶۲۔ لکھائی چھپائی معمولی۔ قیمت دس آنے (۲۲ پیسے)

جہالت اور فکری کوتاہی سے جن بے شمار بدعتوں اور سرگرمیوں کو ظہور دیا ہے ان میں ”ایصالِ ثواب“ کے موضوع ہنگامے بھی ہیں۔ ایصالِ ثواب بجائے خود ایک محمود و تحسین چیز ہے اور نہایت ندرت سے صرف اسکی ترغیب دی ہے بلکہ نمانوں کا جزو بنا دیا ہے۔ لیکن اسی چیز کو جب خود ساختہ رسوم و آداب کی زنجیروں میں جکڑ کر ایک مستقل اور نمایاں بدعت کی شکل دیدی جائے تو اس کا حسن اور فائدہ ختم ہو جاتا ہے اور سوائے لغویت، رسوائی اور نمائش کے کچھ بھی باقی نہیں رہ جاتا۔

ایک بہترین انجینیر کو اگر کسی بحرِ ذخار پر بند باندھنے کے لئے ساز و سامان، مزدور اور وقت میسر نہ آسکے، اگر وسائل اس کا ساتھ دینے کے عوض مزاحمت اور جنگ پر آمادہ نہیں تو کیا یہ قطعی دلیل ہوگی اس بات کی کہ وہ بہترین انجینیر نہیں ہے؟ ایک اعلیٰ درجے کے سپہ سالار کو۔ جو دس ہزار فوج سے ایک لاکھ کے لشکر کو شکست دینے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ ہزار سپاہی بھی میسر نہ آئیں اور نہ رسد چاہتا ہو نہ ہتھیار۔ تو کیا ہمیں فیصلہ کر دینا چاہیے کہ وہ اچھا سپہ سالار نہیں ہے؟ ہم کہنا یہ چاہتے ہیں کہ برلنٹ اندوی جس مثالی زعمیم و قائد کی راہ دیکھ رہے ہیں وہ کبھی نہیں آئے گا۔ نہ کبھی پہلے آیا ہے۔ کائنات کے سربِ بڑے قائد اور انسانِ کامل محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی کامرانیوں اور فتحِ یابیوں کے بے پکائے پہل ہاتھوں میں لئے مبعوث نہیں ہوئے تھے۔ انھوں نے کم و بیش بائیس سالوں تک تھکا دینے والی حدودِ جہد کی ہے، اور اسی جہد و جہد کی بھٹی میں ان کی عبقری صلاحیتوں کا سرنا تیا ہے، تب دنیا جان سکی ہے کہ وہ کیا تھے۔ لیکن جو کچھ بھی وہ تھے اس کا بھر پور اظہار اور اس کی واقفانی خود اسی لئے تو ممکن ہو سکی کہ تقدیرِ اُمی کے تحت ماحول نے ان سے مساعدت کی۔ ان کی دعوت کو لبیک کہا گیا، ان کی خداداد استعداد کو اپنے طبعی ارتقاء اور نشوونما کے لئے نصیالی۔ ان کو جان بھڑا کر کئے والے ساتھی فراہم ہوئے۔ یہ سب نہ ہوتا تو انسانِ کامل ہونے کے باوجود ان کے حلقے میں وہ جہنمِ ناک فتوحات اور کامرانیوں نہیں آتیں جن کا عشرِ عشر بھی حضرت موسیٰ اور عیسیٰ جیسے جلیل القدر پیغمبروں کے حلقے میں نہیں آیا۔ طے ہے کہ ہر نبی اپنی خلقت میں یقیناً مردِ کامل ہوتا ہے لیکن مادی اور مرنی سطح پر اس کے جوہر قابل کی نمود اور نکھار ماحول کی سازگاری اور وسائل کی ہم آہنگی پر منحصر ہے۔ اسی طرح آج بھی اللہ کی دنیا غیر رسالتی سطح پر مردانِ کامل سے خالی نہیں، لیکن ان کے جوہر قابل کا نکھار نایا مستور رہنا، اُبھرا یا ادب جانا اس بات پر منحصر ہے کہ خارجی حالات و عوامل کس حد تک انھیں تعاون دیتے ہیں۔ ہم اگر ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں اور آسمان کی

کے دشمن مشہور کر دیئے گئے ہیں اس تصوف کے ہرگز مخالف نہیں ہیں جو شریعت سے ہم آہنگ اور قرآن و سنت کا تابع ہو۔

مولانا اشرف علی بھی ایسے ہی پاکیزہ تصوف کے علمبردار تھے اور اگرچہ اندازہ شریعت بعض جزئیات میں ان کا دھوکا کھا جانا ممکن ہے لیکن قصد و نیت کی حد تک وہ نہایت شدت سے اسی کے قائل تھے کہ طریقت اور شریعت دو متوازی اور جدا گانہ راہیں نہیں بلکہ ان میں جسم و روح جیسا رابطہ ہے اور ان کے بعض اجزاء میں اگر کہیں ٹکراؤ نظر آئے تو تفوق اور حرج امتداد شریعت کو حاصل ہوگا اور طریقت کے متضادم اجزاء کو اہل اور واجب الترتیب قرار دیا جائے گا۔ موصوف کے زیادہ فکر کا اندازہ اس سے کیجئے کہ کتاب کے جزو اول میں شیخ و مرید اور ان کے بعض ہم معنی موضوعات پر ایمان انسور و گفتگو کرنے کے بعد جب وہ دوسرے جزو میں بزرگوں کے اقوال و اعمال کا ذکر سعید شروع کرتے ہیں تو آغاز حضرت علیؓ حضرت عبداللہ ابن مسعود حضرت ابوالدرداءؓ حضرت ابن عمر اور بعض دیگر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے تذکرہ مبارک سے ہوتا ہے۔ اگرچہ دل بہا را یہ چاہتا تھا کہ آغا تہ ابو بکرؓ و عمرؓ سے ہوتا۔ حضرت علیؓ سے ابتدا کرنا ایک خاص رجحان کا آئینہ دار ہے جو صوفیوں کے گرام کے یہاں عموماً پایا جاتا ہے اور اس میں بے حد غلو کیا گیا ہے۔ تاہم یہ بھی کچھ کم نہیں کہ مشائخ و صوفیوں کے سربراہ اور سلسلہ طریقت کے رؤسا حضرت صحابہ کرامؓ کے درنہ عام حالت تو تصوف کے حلقہ بگوشوں کی سی ہے کہ سوائے حضرت علیؓ کے انھیں کسی صحابی کا نام یاد ہی نہیں آتا اور ان کے ذہن کا بین السطور کچھ ایسا ہوتا ہے جیسے امت صوفیہ کا رسول اگر کوئی ہے تو بس حضرت علیؓ ہیں۔ حالانکہ جس طرح خلافت کی ظاہری ترتیب کے لحاظ سے حضرت علیؓ کا نمبر چوتھا قرار پاتا ہے اسی طرح ان داخلی کیفیات و واردات اور مراتب ایمان کے اعتبار سے بھی پہلے خائفانہ تلاش حضرت علیؓ پر فائق ہیں جن کے حصول کی خاطر فن تصوف ایجاد

اس موضوع پر رسائی پہلے بھی لکھے گئے ہیں لیکن یہ یہ تبصرہ و سالہ اس اعتبار سے امتیازی شان رکھتا ہے کہ اس میں مناظرانہ اسلوب اختیار نہیں کیا گیا بلکہ دلچسپی سے لے کر دروہیت تک اور انداز تحریر سے لے کر مطالب تک بڑا نرم، تحمل آمیز، ہمدردانہ اور دلنشین طرز اختیار کیا گیا ہے۔ یہاں نئی نہیں مگر ان کے بیان کا ڈھنگ خوبصورت اور دل آویز ہے۔ ہمیں اُمید ہے کہ سوائے تشدد و کج فکروں اور تعصب و بد عقیدوں کے ہر قاری اس سے متاثر ہوگا ہم بڑی مسرت کے ساتھ اس کتاب کو پڑھنے کی سفارش کرتے ہیں۔

کاش لکھائی چھپائی اور کاغذ پر کچھ اور توجہ دی جاتی۔

اشرف علیؓ: مولانا اشرف علیؓ تھانویؒ۔

روح تصوف

شائع کردہ: دارالاشاعت۔ مولوی مسافر خانہ سکرچی۔
صفحات ۱۹۲۔ لکھائی چھپائی کاغذ گوارا۔ قیمت مجلد
تین روپے ۵۶ پیسے

مولانا اشرف علیؓ نہ صرف بلند پایہ عالم اور فقیہ تھے بلکہ شیخ و مرشد بھی تھے اور طریقت و تصوف کے باب میں بھی آپ کا امتیاز اہل نظر کے یہاں تسلیم شدہ ہے۔ یہ کتاب شرح تصوف آپ ہی کے ایک عربی رسالے کا اردو ترجمہ ہے جس میں تاریخ اور تصوف کی معروف کتابوں سے ارباب زہد و تقویٰ کے خاص خاص اقوال و احوال چنے گئے ہیں۔ تقریباً ۲۸ سال قبل مولانا مرحوم کے خلیفہ رشید مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نے خود مولانا ہی کے ایما پر اس رسالے کو اردو جامہ پہنایا اور آج یہ زیور طبع سے آراستہ ہو گیا ہے۔

تصوف جن بدعات و مخترعات بلکہ مشرتحتوں میں لغویات و خرافات سے آلودہ ہو کر رہ گیا ہے انھیں ہرگز نگاہ استحسان سے نہیں دیکھا جاسکتا۔ لیکن جن اعلیٰ مقاصد نے فن تصوف کا ہیوی تیار کیا ہے اور جن کیفیات و واردات کی تحصیل اس فن سے مطلوب ہے ان کے محمود و تحسن ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ اسی لئے وہ اہل علم بھی جو طریقت و تصوف

کیا گیا۔

بعض بڑے بڑے مشائخ کے تذکروں میں آپ دیکھیں گے کہ کوئی نہ کوئی حسین، نوخیز و نابالغ لڑکا (امرد) بھی جلوہ فرمایا جس کے حسن (۹) سے پہلے بزرگ شرابِ معرفت و طہارت کشید کر رہے ہیں۔ ہمیں ایسے واقعات بڑھسک رہے ہیں۔ ہمیشہ ندامت و خفت کا احساس ہوا اور ہمیں سمجھ میں آیا کہ تذکرہ نویس کس دل و دماغ سے ایسی مکروہات کو توصیف و منقبت کے سیاق میں لکھ مارتے ہیں۔ ”روح تصوف“ کے صفحہ ۱۳۳ پر دیکھیے۔ عنوان ہے۔

”امرد لوگوں کی طرت دیکھنے کا انجام بد پھر لکھا گیا ہے۔“

”حضرت ابن جلام (جو حضرت ذوالنون مصریٰ اور دوسرے اکابر کی خدمت میں رہے ہیں) فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ اپنے استاد (یعنی شیخ کے ساتھ جا رہا تھا کہ اچانک ایک خوبصورت لڑکے کو دیکھا۔ میں نے استاد سے عرض کیا کہ حضرت کیا آپ یہ خیال فرما سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس (حسین) صورت کو عذاب دے گا۔ استاد نے فرمایا کہ کیا تم نے اس کی طرت دیکھ لیا ہے (جب یہ ہے) تو تم اس کا انجام بد بھگتو گے۔ ابن جلام کہتے ہیں کہ اس واقعہ سے میں سال بعد اس کا اثر ظاہر ہوا) کہ میں قرآن مجید بالکل بھول گیا۔“

ف۔ یہ وہاں قصداً دیکھنے پر مرتب ہوا۔ دیکھا آپ نے۔ کوئی عالم خشک نہیں ملے ایک شیخ طہارت کیا کہہ رہا ہے؟ واقعہ یہ ہے کہ جن صورتیاب نے بھی حسین لڑکوں سے واسطے سے سلوک طے کرنے کی سعی کی وہ بجائے خود چاہے کیسے ہی نیک نیت اور پاک باطن رہے ہوں لیکن ان کے ضلال و مضل ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ حقیقی سلوک کی راہ جنسیت کے مورے کبھی طے نہیں کی جاسکتی۔

سماع دوسیقی اور اشعارِ معرفت کے ذریعے روحانی

اور تقاص حاصل کرنے کی بدعت جس نے بھی نکالی بڑے فتنے کا در کھولا۔ ابتداء یہ بدعت نہایت سومت منظر اظہار قراہت سے چکڑی ہوئی تھی لیکن رفتہ رفتہ یہ بدشعیں طبعی ہوتی چلی گئیں اور آج ”سماع“ جس ضلالتِ فاحشہ اور معصیتِ کبریٰ میں تبدیل ہو چکا ہے وہ کسی صحیح الدماغ پر حقیقی نہیں۔ اس سماع کو تو قرآن و سنت کا جاننے والا ایک مبتدی بھی گمراہی کے سوا کوئی نام نہیں دے سکتا لیکن اس ماضی کے سماع کے بلے میں چند اقوال سنئے جو خرقا جلی سے پاک صاف تھا۔

حضرت جنید (جو شہرہ آفاق شیخ گذرے ہیں) فرماتے ہیں۔

”سماع اس شخص کے لئے ذوق ہے جو اس کو طلب کرے اور اس شخص کے لئے راحت کا سبب ہے جو اس کو واقفاتی پالے۔“

”اور حضرت ابو علی روز باوریٰ سے سماع کے متعلق دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ کاش ہم اس سے برابر سہرا بر چھوٹ جائیں (یعنی نہ اس کا کچھ نفع ہو نہ وبال)۔“

”اور حضرت عبداللہ بن محمد فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جنید کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب تم کسی مرد کو دیکھو کہ وہ سماع سے رغبت رکھتا ہے تو سمجھو کہ اس میں اب تک آداہی کا کچھ بقیہ موجود ہے۔“

فاضل ترجم حضرت مولف کا فرمودہ نقل کرتے ہیں۔

”سماع کے بلے میں قابلِ نظر یہ ہے کہ تصویف کے سلاسل اور بہ میں سے کسی اہلِ طرب نے سماع کا معمولات کے طور پر کسی کو امر نہیں فرمایا حالانکہ معمولاتِ مشائخ میں بہت سے وہ اشغال بھی ہیں جو تجزیہ سے نافع ہونے کی بنا پر مردود کے درجے میں تو گویا سے لے گئے ہیں جیسے جس دم وغیرہ جیسا کہ غزوة خندق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے خندق کا استعمال اپنی غارتگری کے معجزات سے لیا۔
الغرض اگر سماع کی بطور دعوت نافع اور مقصود سمجھا جائے
تو جس طرح دوسرے نافع اشغال و ادارہ کی تعلیم کی
جاتی ہے اسی طرح اس کی بھی تعلیم ہوتی۔

جس دم کے سلسلے میں غزوہ خندق سے جو استشہاد
کیا گیا ہے وہ اس کی اصابت میں بھی شبہ ہے تاہم یہ تو ظاہر
ہی ہو گیا کہ خرافات و منکرات سے پاک سماع کی افادیت بھی
غیر ثابت ہے پھر جھٹلاؤ اس ناپاک اور رسوا کن سماع کا جواز
کیسے متصور ہو سکتا ہے جو ہمارے ذمے میں رولنگ پائے ہوئے
ہے۔ استغفر اللہ من ذل الجنات۔

مولانا اشرف علی صاحبہ فریاد و مشائخ کے اقوال و احوال
کو شریعت سے ہم آہنگ دیکھنے اور دکھانے کے کس قدر
شائق تھے اس کا اندازہ ذیل کے اقتباس سے کیجئے۔

حضرت معروف کرمی جو دوسری صدی ہجری کے مشاہیر
اولیاء میں سے ہیں ایک مرتبہ ایک پانی پلانے والے
کے پاس ان کا گندہ پراودہ یہ کہہ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ
اس شخص پر رحم کرے جو ہوا پانی پیتے۔ حضرت معروف
کرمی اس وقت رونے سے تھے جب یہ آواز
حضرت معروف کرمی کے کانوں میں بڑی توڑ سے
بڑھے اور پانی پانی لیا۔ لیکن نے عرض کیا کیا آپ کا
روزہ نہ تھا؟ فرمایا ان روزہ تو تھا کیونکہ یہ توقع
ہوتی کہ اس کی دعا سے مجھ پر رحمت ہو جاوے گی
اس لئے روزہ افطار کر دیا۔ (انتہی)

حضرت مصنف دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ
میرا گمان یہ ہے کہ یہ روزہ نقلی تھا اور شاید کہ
حضرت کا مذہب روزہ نقلی کے پاسے میں یہ
ہو گا کہ بلا عذر بھی اس کا افطار کر دینا جائز ہے
جیسے امام شافعی اور احمد بن حنبل اور امام اسحاق
رحمۃ اللہ علیہم کا یہی مذہب ہے جس کو امام نووی نے
نقل کیا ہے۔ ہاں مذہب ان حضرات کا بھی یہ ہے
ہے کہ نقلی روزے کا افطار کرنا اگرچہ بلا عذر بھی جائز

ضرور ہے مگر اولیٰ یہی ہے کہ پورا کیا جائے لیکن
اس موقع پر حضرت معروف کے نزدیک اس شخص
کی دعا لینا زیادہ اولیٰ تھا۔ اس لئے افطار کر دیا۔

غرض یہ کتاب بڑے قیمتی اور خوب موتیوں کا خزانہ
ہے۔ جاتے پر شیخ محی الدین ابن عربی کا رسالہ آداب التذکرہ
والمعربین بھی ترجمہ کر کے شامل کر دیا گیا ہے۔ ہم یہ نہیں جانتے
تھے کہ اس کتاب میں کوئی بھی بات گفتگو طلب نہیں ہے۔ کئی جگہ
ہم خود کو مطمئن نہیں کر سکتے لیکن اس کی وجہ پوری کم علمی اور
کم فہمی بھی ہو سکتی ہے۔ یہ بہر حال طے ہے کہ تصوف کے موضوع
پر چلنے والی عام کتابوں سے یہ کتاب خاصی ممتاز ہے اور اسکے
مؤلف نے کوشش کی ہے کہ جاہلی تصوف کی جو صلہ افزائی ہوئے
پائے۔ بڑی بات یہ ہے کہ عوام بھی اس کے مطالعہ سے فائدہ
اٹھا سکتے ہیں ورنہ عام طور پر تصوف کی زبان مبہم، ترو لیدہ
اور خاموش ہوتی ہے۔

لمحات (عربی)

اصنفہ۔۔۔ حجة الاسلام شاه ولي الله القاسمي
ايدط كودہ۔۔۔ الاستاذ غلام مصطفیٰ
القاسمی۔ شائع كودہ۔۔۔ اکادمیہ الشاہ ولی اللہ دیوبند۔
صدر۔ حیدرآباد (دسندہ۔ پاکستان) ٹائپ گوارا۔ کاغذ
متوسط۔ سائز ۲۰ x ۲۶۔ صفحات ۹۰ ٹائٹل دیدہ زیب
سرنگا۔ قیمت۔ روپے۔

امت میں ایسے اعظم ہونے تو ضرور ہیں جو علوم قرآن
سنت اور علوم تصوف و کلام میں برابر کی بہارت اور محرر رکھتے
ہوں مگر زیادہ نہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ علیہ السَّلَام التَّوَدَاد
لیکن عظیم المرتبہ گروہ کے ایک ممتاز فرد ہیں جن کی دراست
فراست کی وسعتیں فضائے بسط کی طرح بے کنار ہیں۔ ان کے
علوم و انکار کو نئی زندگی دینے کے لئے حیدرآباد (دسندہ) میں
قائم شدہ ایسٹہی ایک ایوارڈ رسالہ "الرحیم" بھی نکال
رہی ہے جو بڑے فکر انگیز، سنجیدہ اور محققانہ مضامین سے مزین
ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ ان کی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کتابوں کی
اشاعت بھی اس ایسٹہی کے پیش نظر ہے۔

ملا نہ کہ۔ یہ ہیں کتاب کے مباحث۔ آج کل کے بلند پایہ
صوفیاء میں کم ہی ہوں گے جنہیں ان کی ہوا بھی لگی ہو اور
ایسے تو بہت ہی کم ہوں گے جو ان فلسفیانہ دقائق پر تصوف
کی نظریاتی قدروں کو مدنظر رکھیں۔

جناب غلام مصطفیٰ صاحب کے کتاب پر نہ صرف ایک
عالمانہ مقدمہ لکھا ہے بلکہ پوری کتاب پر روشنی دینے میں جن
سے کتاب کے دقائق کا حل بھی مقصود ہے، اور بعض ان اعتراضات
کا دفعہ بھی جہتیں پر وارد ہو سکتے تھے۔ مقدمے میں نیا تے
اسلام کے مشہور عالم علامہ کوثری کے بعض ان خیالات کا
رد کیا گیا ہے جو انھوں نے اپنی کتاب "حسن التقاضی"
میں شاہ صاحب کے بارے میں پیش کئے تھے۔ ان کا
تعلق وجود باری کے نازک ترین اور غامض ترین پہلوؤں
سے ہے لہذا مقدمے کی مختصر گفتگو سے یہ نتیجہ اخذ کرنا تو
مشکل ہے کہ دلائل کس کے مضبوط ہیں۔ بظاہر غلام مصطفیٰ
صاحب کا مدافعتانہ موقف جاندار معلوم ہوتا ہے، لیکن
بعض جملوں کا پر دازدراکھشکا، مثلاً انھوں نے فرمایا
کہ وہذا اهدا الہم الذی اعضب صاحب حسن
التقاضی علی الشیخ فقال علیہ ما قال۔ لیکن
جو بھی فقرے انھوں نے حسن التقاضی سے نقل کئے
ہیں ان میں غیظ و غضب کا رنگ نہیں ہے۔ ان فقروں
میں پیش کردہ خیالات ہو سکتا ہے نادرست ہوں، لیکن
ان کے اسلوب میں بردباری اور شناخت ہے عجب کا سایہ
بھی نہیں۔ اگر علامہ کوثری نے شاہ صاحب کی بعض
آراء پر ایسے انداز میں بھی تنقید کی تھی جس کیلئے اعضب
کا ریمارک موزوں ہو سکے تو نمونہ کوئی فقرہ نقل ہونا
چاہئے تھا۔ پھر یہ جو کہا گیا کہ فاعلنا ضہامانا من
قلۃ تدبیرہ فی مسئلہ وتی مسئلۃ التجلی اہم
سوعرف ہضہ اعاذنا اللہ عنہ تو یہ بھی اتنا خوشگوار
نہیں ہے جس کی امیر ایک فیاض اور ذمہ دار عالم سے
ہونی چاہئے۔ علاوہ کوثری معمولی عالم نہیں ہیں۔ انکی
کسی رائے اور کسی تنقید کو اگر ہم اپنی نظر میں مبنی برخطا

"لمحات"۔ جو شاہ صاحب کا ایک عربی رسالہ ہے
پہلے کبھی شائع نہیں ہوا۔ اب پہلی بار اس کی سعادت مذکورہ
اکابر ہی کو حاصل ہوئی ہے۔ اگر حضرت مصنف کا اصل مسودہ
ہاتھ آگیا ہوتا تو اشاعت کسی خاص محنت کی محتاج نہ ہوتی
لیکن جیسا کہ غلام مصطفیٰ صاحب نے اپنے مقدمے کے اختتام پر
واضح کیا ہے اصل مسودہ انھیں نہیں مل سکا بلکہ اس کی ایک
ایسی نقل ہاتھ آئی جس کی صحت مشتبہ تھی لہذا تصوف نے
شاہ صاحب کی دوسری کتابوں سے مراجعت کر کے اس کی
تصحیح کا مشکل کام انجام دیا۔ ایسی حالت میں اگر یہ کتاب کی
دستاویزی حیثیت شک سے بالاتر نہیں ہی جاسکتی خصوصاً
ایک ایسی کتاب کی تصحیح میں جس کا موضوع دین اور مطلقاً
عین ہوں محتاط سے محتاط مدیر سے بھی تسامح، چوک اور
سوہو میں ممکن ہے۔ لیکن جب اصل نسخہ ہی نزل سکا تو
اس رسالے کو درست و اجل سے بچانے کے لئے اس کے سوا
کیا بھی کیا جاسکتا تھا جو فاضل مدیر جناب غلام مصطفیٰ صاحب
نے کیا۔ اس نوع کی ادارت "جس عرق ریزی اور داغ
سوزی کی طالب ہوتی ہے وہ اہل علم سے مخفی نہیں۔ اللہ
تعالیٰ مدیر اور دانشور دونوں کو جزائے خیر ہے۔

کتاب کا موضوع تصوف ہے لیکن تصوف کی خارجی
حیثیت اور مشکل بیہوشی نہیں بلکہ اس کا داخلی اور نظریاتی
وجود۔ ہم اسے فلسفے کے خانے میں بھی رکھ سکتے ہیں اور
الہیات کے بھی۔ ہر حال میں یہ موضوع بڑا دقیق ہے۔ اس
وہی لوگ عہدہ برآپہ سکتے ہیں جو اعلیٰ درجے کی ذہنی
صلاحیتوں کے علاوہ علم کلام اور فلسفہ منطق میں بھی مہر و
وافر رکھتے ہوں۔ شاہ صاحب بلاشبہ غیر معمولی صلاحیتوں کے
اشان تھے۔ ان کی تصانیف متنوع موضوعات کا گلزار اور
ان کا اسلوب گفتار منکملہ شوکت و صلاحیت کا سرمایہ دا
ہے۔

خدا کی ذات و صفات، اس کی شان تخلیق کی نظریاتی
ہیئت اور نمونہ، موجودات سے اس کی معنوی نسبت
اور ربط کائنات، افلاک، کواکب، زمان، اشان اور

پائیں تو خدا تعالیٰ تدریکاً الزام بہت کافی ہے۔ سو مفہوم کا الزام اور پھر استعاذہ شاید حد سے تجاوز ہو۔

وہی مقدمہ بہت شاندار ہے۔ لمحات جیسی کتابوں کو پڑھنے، سمجھنے اور فائدہ اٹھانے والے اب ہماری دنیا میں کتنے لوگ رہ گئے ہیں یہ بجائے خود ایک سوال اور مسئلہ ہے۔ یہ کہنا تو حسرت کے دائرے میں نیرنگا کہ ہماری آج کی دنیا کے لئے ایسی کتابیں علم غیر نافع کے زمرے میں آچکی ہیں۔ لیکن یہ احساس ہمیں ضرور ہوتا ہے کہ ایسی کتابوں کو گوشہ گنگامی سے نکال کر منظر عام پر لانا اور چھاپ کر محفوظ کر دینا افادہ جیست برائے نام ہی رکھتا ہے۔ البتہ اس جذبے کی تسکین ضرور ہو جاتی ہے جس کے تحت ہم آثار قدیمہ اور باپ دادوں کی یادگاریں محفوظ کرتے ہیں۔ آج اولیٰ و سائنسی علوم کی بے پناہ ترقی اور تہذیب و تمدن کے جدید مسائل نے فکر و نظر کے رخ اور زاویے یکسر بدل ڈالے ہیں۔ سہالیہ کی گھیادوں میں پستیہ کرنے والا جوگی اور صحرائے افریقہ میں مجاہدہ کرنے والا عابد بھی شاید ہی اس تغیر کی زد سے بچ سکا۔ پھر جیسے کچھ ہو گیا رہا ہی رہ گئے ہیں ان کا تصوف سرے سے نظریاتی ہے ہی نہیں بلکہ تقلید جاہلہ اور کھوپڑی پر کھبی ماونا ہی ان کی ساری کائنات ہے۔ چھوٹے دماغ، قلیل علم، غیر مزیں نفوس۔ جس طرح ایک انارٹھی سائنس دان ریڈیو کے والوں اور براؤن کا سٹنک کی کلوں کے درمیان فنی رابطے کا ادراک نہیں کر سکتا، اسی طرح ایک معمولی دماغ کا مقلد صوفی قیامت تک یہ نہیں جان سکتا کہ تصوف کے خارجی وجود اور اس کے نظریاتی فلسفے کے مابین کیا ربط ہے کتنے ہی صوفیاء عادتاً اور رسماً وحدۃ الوجود، تنزیہ و کامل، اعیان، علل، تجلی، سیر، فنا اور سلوک جیسے الفاظ بولتے اور لکھتے ضرور ہیں مگر ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ بہت کم ان میں سے ایسے ہیں جو ان اصطلاحات کے مالم و ماہلہ کا صحیح ادراک رکھتے ہوں۔ ایسے حالات میں یہ معاملہ مشکوک ہی رہے گا کہ کتنے خوش قسمت "لمحات"

جیسے شہ پاروں سے فاتحہ اٹھا سکیں گے، مگر ہر حال "لمحات" کا شائع ہو جانا ختم ہی کہلانے کا اور جو کام علوم ولی اللہ کی نشاۃ ثانیہ، نشر و اشاعت اور ترقی کے سلسلے میں ہو رہا، اسے اکارت نہیں کہہ سکیں گے۔

مفہوم القرآن (منظوم)

انہی۔ جناب محمد اور اس کی بقیت
پبلیکیشنس۔ دارالاسی (بنارس)۔ سائز چھٹی جیسا۔
صفحات ۱۰۰۔ چھپائی نظر افز و زید علیہ آصفیٹ۔ لکھنؤ
معماری۔ کاغذ عمدہ سفید۔ ٹائٹل بہت ہی دلکش متعدد رنگوں کا۔ قیمت تین روپے۔

اس کتاب کا اشتہار چھٹی میں آپ کی نظر سے گذرا ہوگا یہ پورے بارہ عم کا منظوم ترجمہ ہے۔ ترجمہ کیلئے مفہوم مدعا کیے۔ کیفیت صاحب کا ادادہ ہے کہ اسی انداز میں پوسے قرآن کا مفہوم منظوم کر ڈالیں۔ اللہ تعالیٰ اس ارادے کو پائی تکمیل تک پہنچائے۔

آیات اللہ کے ترجمہ و مصداق کو منظوم کر سکی کوششیں بارہا کی گئی ہیں۔ غیر منقسم منہ۔ ستان کے مسلم الشیخ شاعر جناب سیاب اکبر آبادی نے بھی اس پر محنت کی تھی، لیکن نہ تو اس نوع کی کوششیں مقبولی عام ہو سکیں نہ فی الواقع کوئی ایسی چیز سلسلے آسکی جو کشش اور دلکشی سے بھر پور ہوتی۔ شاید اسی لئے پیش نظر "مفہوم القرآن" کو ہم نے پہلی نظر میں کوئی خاص اہمیت نہیں دی تھی۔ لیکن جب مطالعہ کی بسم اللہ کی تو ہمیں محسوس ہوا کہ یہ تازہ کوشش اپنی دلکشی، افادیت اور فکر و فن کے اعتبار سے خصوصی مطالعے کی مستحق ہے۔ پھر آگے بڑھے موسیقی اور جذبہ تحسین میں اضافہ ہی ہوتا گیا تھا کہ خلتے سیر پہنچ کر قلب و ذہن نے تشکیلی محسوس کی کہ کاش آگے بھی کچھ ہوتا۔ کیفیت بھوپالی کا کلام پہلے بھی ہماری نظر سے نہیں گذرا۔ لیکن چوتھی صحت، بھنگتگی، سلیقہ اور سلاست و فصاحت مفہوم القرآن میں پائی جاتی ہے وہ دلیل ہے اس بات کی کہ وہ نو آموز نہیں مشتاق اور بختہ کار ہیں۔ اکتسابی اوصاف کے

علاوہ ذہانت اور حسن ذوق کی خف کا داد استعداد بھی ان کے
 اشعار میں جو پراستینہ کی مانند چمک دمک رہی ہے۔ عام فہم
 مگر شستہ اندر فصیح انداز بیان۔ لفظوں کا درو بست دکش۔
 ابہام سے خالی ایجاز اور تکلف سے دور روانی اور نکستی۔
 بہت بڑا وصف جو ان کی ترجمانی کو آج تک کی ہر
 منظوم ترجمانی سے ممتاز کرتا ہے یہ ہے کہ اس میں اعلیٰ درجے
 کا نظم و ضبط اور تسلسل پایا جاتا ہے۔ یہ حقیقت محتاج بیان
 نہیں کہ کوئی بھی عام آدمی کسی سورۃ قرآنہ کا اردو ترجمہ
 پڑھتے ہوئے آیات کے باہمی ربط و نظم کا ادراک نہیں کر سکتا۔
 کسی بھی سورہہ کو لے لیجئے اس کی بعض آیات بادی النظر میں
 ایک دوسرے سے کچھ غیر متعلق ہی نظر آئیں گی۔ اہل علم نے
 قرآن کے نظم کلام پر بہت کچھ اظہار خیال کیا ہے اور کوئی شبہ
 نہیں کہ متعدد مقامات پر آیات کے ربط و تعلق اور معنوی
 تسلسل کا احساس و ادراک عالمائے دقت نظر بری محض ہے
 ایسی صورت میں یہ کام بہت مشکل ہے کہ شاعر مفہوم
 قرآنی ہی کے دائرے میں رہ کر اپنی طرف سے کسی قسم کا اضافہ نہ
 کرتے ہوئے ایسی ترجمانی پیش کرے جو ربط و نظم ہو، جسکے
 اجزاء ایک دوسرے سے بیہمت ہوں اور معمولی نظم و عقل کا
 قاری بھی اسے پڑھ کر کسی قسم کا حلا محسوس نہ کرے۔ معلوم ہوتا
 ہے کہ کیف صاحب نے قرآن میں غور و تدبر کیا ہے، آیات
 کو سمجھا ہے، کلام الہی کے مقصود و مدعا تک خود کو پہنچایا ہے
 تب کہیں شعری کاوش کی ہم اللہ کی ہے۔ وہ اگر جلد بازی
 کرتے تو یہ نظم کلام کا حسین اُجالا ان کی ترجمانی میں ہرگز نظر
 نہ آتا۔ ہماری دعا ہے۔ اور مشورہ بھی ہے کہ جس سلامتی
 فکر اور تدبر کا ثبوت انھوں نے پارہ عم کی ترجمانی میں لیا ہے
 اسے آگے بھی حوزہ جان بستے رہنا چاہیے اور احتیاط و
 جواکشی میں اضافہ ہی ہونا چاہیے نہ کہ کمی۔ پارہ عم کی بعض
 صورتیں نہایت مشکل ہیں۔ ان کی منظوم ترجمانی جس شاعر نے
 اتنے سلیقے اور خوش اسلوبی سے کر دی ہے وہ انشاء اللہ
 پوسے قرآن کا بھی حق ترجمانی ادا کر سکتا ہے۔ بشرطیکہ
 اس کے قلب و ذہن کا رشتہ اللہ تعالیٰ سے استوار رہے

اور احتیاط و تدبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹنے پائے۔
 کچھ حسن صورت کے لئے میں بھی سن لیجئے۔ چھپائی تو
 مکسی ہے ہی۔ اہتمام یہ کیا گیا ہے کہ داہنے صفحے پر آیات مع
 ترجمہ ہیں اور مقابل کے بائیں صفحے پر منظوم ترجمانی۔ شکر
 ترجمہ اور اس کی مختصر تفسیر شاہ عبدالقادر رحمت اللہ علیہ
 کی نقل کی گئی ہے۔ اس طرح ہر قاری کو یہ سہولت بھی میسر ہے
 کہ ترجمے اور ترجمانی کا تقابل کر سکے۔

نمونہ ۱۔

فَاذْجَاعَتِ الصَّاحَّةُ لِيَوْمِ كَيْفِ الْمَرْمِ مِنْ
 اَجْبِهِ وَصَاحِبَتِهِ وَبَيْتِهِ الْاَيَّ
 قِيَامَتِ اَسْمٰى كَالْوَيْنِ كَيْ يَرْبِي بِهَا طِي جَسِ دِن
 كَرَجِي، دِنْدَانِي بِحَسْبِي، كَلْهَارِ طِي جَسِ دِن
 تَوَا سَانِ بَحَانِي سَ، مَانِ بَابِي، يَارِوُنْ بَهَا كَيْ كَا
 مَشْرِكِي زَنْدِي سَ، اَنْكَمْ كَيْ تَارُونْ سَ بَهَا كَيْ كَا
 وَهْ اَفْتِ كِي كَهْرِي بُو كِي، مَصِيْبَتِ كِي كَهْرِي بُو كِي
 اِسَ اِسِي طِي بُو كِي، اُسَ اِسِي بُو كِي بُو كِي
 وَالسَّيْلِ اِذَا مَحْسَسَ وَالصَّبْحِ اِذَا اَنْقَسَ اِنَّهُ
 لَقَوْلٌ سَرَسُوْلٌ كَرِيْمٌ۔

قسم سے رات کی جو گھپ اندھیرا بن کے آتی ہے
 نظر کے سامنے ظلمت کا ڈیرا بن کے آتی ہے
 قسم سے صبح کی پہلی کرن کی، جس کے آنے سے
 شب تاریک اپنا منہ چھپاتی ہے زمانے سے
 یہ قرآن ایک باعزت فرشتہ لے کے آیا ہے
 خدا والا خداوندی پوشش تارے کے آتا ہے
 اِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ وَاِذَا الْاَرْضُ اَكْبَتْ اَنْتَوْرَتْ
 یہ چرخ نیلوفر سے آسمان پھٹ جائیگا جسدن
 سرد امر گنبد عالی نڈاں پھٹ جائیگا جسدن
 چمک اڑ جائے گی جس دن ستاروں کے کینوں کی
 ہر نشان چھوٹ جائے گی فلک کے چہر جینوں کی
 اس طرح سرانی کے بعد بعض ایسی جزئیات کی بھی نشاندہی
 ہونی چاہیے جنھیں جاننے کے داعیوں سے تعبیر کیا جاسکتا ہے

ذکر "ڈنڈی چور"۔

بھڑکتی آگ میں ہوگا عذابوں پر عذاب اس دن
سراسر دیکھنا ہوگا خداوندی عتاب اس دن
دوسرا مصرعہ فقط قافیہ پہاٹی ہے۔

وہ پانی آدمی کے جسم کے اندر اچھلتا ہے
وہ پانی پیٹھ اور سینے کی بٹری سے نکلتا ہے

یہ من شعراء دافق بخروج من بین القلوب
والغرائب کی ترجمانی ہے۔ لیکن غور طلب بات یہ ہے کہ
مادہ تولید کے لئے دافق کا اس صفت کیا یہ بتانے کے لئے
نازل ہوا ہے کہ یہ مادہ بدن کے اندر اچھلتا رہتا ہے یا اس
صفت کا تعلق خاص اس وقت کی کیفیت سے ہے جب یہ
شہوانی ہیجان کے نتیجے میں باہر آتا ہے۔ ہمارا خیال یہ ہے
کہ وقت انزال ہی سے اس صفت کا تعلق ہے۔ لیکن
ترجمانی اس سے ہم آہنگ نہیں۔ علامہ ابن قرآن نے
یہ نہیں کہا ہے کہ وہ ماؤ دافق پیٹھ اور سینے کی بٹریوں سے
نکلتا ہے بلکہ بین کا لفظ استعمال کیا ہے یعنی ان بٹریوں کے
درمیان سے۔ شاہ عبدالقادر کا جو تفسیری نوٹ نقل کیا
گیا ہے وہ بیشک اسی مفہوم کا حامل ہے جسے شاعر نے منظوم
کیا مگر شاہ صاحب کی غلط تسلیم کرنے کے باوجود یہ کہنا غلط
نہ ہوگا کہ اس مفہوم کی رو سے قرآن کا لفظ "بین" حدودِ زواہر
میں داخل ہو جاتا ہے۔ و لغویاً بالذکر من ذلک طبعی حقیقت
خواہ کچھ بھی ہو آیت کی ترجمانی بہر حال الفاظِ صریح سے تصادم
نہ ہوتی چاہیے۔

محمد مصطفیٰ! ان کافروں کو چھوڑ دے ہم پر
کچھ عرصہ کے لئے ان کی لگا میں موڑنے ہم پر

فہمیل الکفین کی ترجمانی پہلے مصرعہ سے ہو چکی
دوسرا مصرعہ آج کل کے روایات کا صحیح ترجمان نہیں
ہے۔ ویسے بھی "ہم پر لگا میں موڑنا" محاورہ نہیں ہے۔
تو کیا سمجھا وہ گھائی کیا ہے گردن کا چھڑانا ہے
تیروں بیسیوں اپنیوں پیرایوں کو کھلانے ہے
خلف ترقیبہ عربی محاورہ ہے جس کے معنی غلام آزاد

خداوند اچھی سے چاہتے ہیں ہم مردگاری
"مردگاری چاہنا" محاورے کے مطابق نہیں ہے۔
ہر اک کا فر کے گاکاش میں مٹی بنا ہوتا
"بنا ہوتا" کے عوض "رہا ہوتا" کا نحل تھا۔ لکن
کنٹ تو ابابا کا صحیح ترین ترجمہ و مفہوم بھی اسی ادا ہوتا
ہے اور محاورے کے مطابق بھی یہی ہے۔

محمد! تجھ کو کیا معلوم ہے کوئی کا قصہ بھی
م بھی تاریخ میں مرقوم ہے موسیٰ کا قصہ بھی
دوسرا مصرعہ لفظی درودست کے اعتبار سے بھی
موقعہ کے مناسب نہیں اور مفہوم قرآنی سے بھی زیادہ ہی ہے
هل ائتلك حدیث حدیث حدیثی کا مفہوم مصرعہ اولیٰ نے
بیان کر دیا۔ اب مصرعہ ثانی محض ضرورت شعری ہے۔
کہو اس سے کہ جیتے جی سنو رنا تو اگر چاہے
سناروں کی جہاں میں نام کرنا تو اگر چاہے
دوسرا مصرعہ محض بھرتی ہے۔

تجھے معلوم کیا وہ آدمی کتنا سنو رہا جاتا
ترسے تجھ کا ذرا سا بول شاید کام کرتا
وَمَا يَكُنْ سَائِلًا لِّعَلَّةَ يُوْتِيَهُ فِي "کتنا" کا مفہوم
ہے ہی نہیں۔ شاید کا نحل تھا۔ جو "شاید" دوسرے مصرعے
میں آئے وہ "کتنا" کی جگہ لیتا اور دوسرے مصرعے میں شاید
کی ضرورت نہیں تھی۔

سستی جا بیگی اُس دن رو برو نہ سرا دل لڑکی کی
"ساجی ٹھیکہ داروں" نے جسے "گاڑا ہے جیتے جی"
"ساجی ٹھیکہ دار" آج کل جس لفظ میں بولتے ہیں وہ
پس منظر لڑکیوں کو زندہ گاڑنے کی برائی رسم میں مشہور
نہیں۔ جہالت کے اندھیروں میں ٹھیکے ہوئے عرب جس
مفرد مذہب جذبہ غیرت و جہالت کے تحت لڑکیوں کو زندہ گاڑتے
تھے وہ جذبہ "ساج کی ٹھیکہ داری" کے جذبے سے کبیر مختلف
تھا۔

ملا مت ہو تر ازو چو ڈنڈی چور لوگوں پر
ہیں جہاں تک معلوم ہے محاورہ "ڈنڈی مار" ہے

کھرانے کے آتے ہیں۔ لفظی ترجمہ اس کا گردن چھڑانا ہی ہے۔ لیکن اُردو میں گردن چھڑانا اسی مفہوم تک محدود نہیں ہے بلکہ بہت سے اور مواقع پر بھی بولا جاتا ہے۔ تصریح کے بغیر ممکن نہیں ہے کہ ایک عام قاری مصراعہ اولیٰ سے قرآن کا مدعا سمجھ سکے۔

پھر قرآن نے تنبیہ میں کہنا نا کھلانے کے ساتھ ایک زمانی کیفیت بھی جو ہم ذی مسئبتہ کے الفاظ میں بیان کی ہے۔ اس پر اطمینان کی قدر و قیمت کا بڑا اندازہ لیکن شاعر نے اسے نظر انداز کر دیا۔

یہ سو سو ج کی بناوٹ اور اس کی چھوٹی دیکھو
خدا کی صنعت تعمیر کا یہ روپ تو دیکھو
”صنعت تعمیر“ کا موقع نہیں تھا۔ یا تو ”صنعت خلق“
کہا جانا یا مصراعہ یوں ہوتا۔

خدا کی صنعت بے مثل کا یہ روپ تو دیکھو
قَدْ أَفْلَحَ مَنْ شَرَّكَهَا كِي تَرْجَمَانِي مِينِ :-
بڑا قاج ہے وہ جو دیدہ انداز رکھتا ہو
”فلاح“ کا لفظ یہاں برعمل نہیں ہے۔

اس نوع کی ٹکی پھلکی خرد گذشتہ لئے مشکل کام میں بالکل ندرتی ہیں ان سے اصل کار نامے کی قدر و قیمت کم نہیں ہوتی تاہم آئندہ اور کچھ احتیاط اور شفقت سے کام لیا جائے تو چیز بہتر سے بہتر ہوتی جائے گی۔

تبصرہ تو پورا ہو گیا۔ تھوڑی گفتگو نفس کتاب سے ہٹ کر بھی کرنی ہے جس کا موقع ٹیٹل پر درج اس آیت نے نکالا ہے
وَسَخَّرْنَا لَكُمْ آيَاتٍ وَالنَّهَارَ اَوْدَسَخَّرْنَا لَكُمْ آيَاتٍ وَاللَّيْلَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومَ
مسخر میں اسی کے حکم سے۔

اس کے سیاق میں کیفیت صاحب نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے وہ یہ ہیں :-

ہمارا سرورق جس فلکیاتی تصویر سے مزین ہے وہ ۱۹۶۷ء کے اس خلائی سفر کا عکس ہے جس پر آج کے انسان کی جاہلہ پرفرومانہ اندکوں نے ہو

جسکے آج سے تقریباً چودہ سو سال پہلے اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے آخری رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا مقصد صحیفہ آتانا جس میں اپنی تمام نعمتوں اور دین کے مشکل ہونے کے اعلان کیا تھا
وَسَخَّرْنَا لَكُمْ آيَاتٍ وَالنَّهَارَ اَوْدَسَخَّرْنَا لَكُمْ آيَاتٍ وَاللَّيْلَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومَ
لئے نجات اور دن کو اور شمس اور قمر کو اور ستارے مسخر میں اسی کے حکم سے، کا بھی اعلان فرما دیا تھا۔ دراصل یہ تصویر اسی آیت کی برکری کی مشابہاتی تصویر ہے۔ چاند اور ستاروں کو مسخر کرنے کی یہی جمل قرآن حکیم کی اس آیت کی برکری کی تصدیق کا اعلان اور اسکی حقانیت کا اظہار ہے۔ لیکن انسان کو نہ بھولنا چاہیے کہ یہ تمام چیزیں اسی کے حکم سے مسخر ہیں اور یہی وہ کلمہ خاص ہے جسے انسان بھول گیا ہے اور ڈر ہے کہ اگر وہ اسے بھولتا ہے تو آج کی یہی جیس کل بھی تخریب میں بدل جائے گی اور پھر وہ ”کل“ انسان کے لئے سب سے بڑی تباہی کا دن ہوگا۔
نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّ مَا نَسَاوَدَّ اَلْقَبْرُ وَالْمَوْتُ سَيِّئَاتٍ اَعْمَا لِنَا

کون نہیں جانتا کہ حال کے چند سالوں میں ایسے ہی خیالات کتنے ہی تعلیم یافتہ مسلمانوں کی طرف سے بار بار پیش کئے جا چکے ہیں اور عرصہ ہوا خود ہم بھی اندازہ ہے خبری اسی خوش فہمی میں مبتلا تھے کہ یہ آیت سائنس کی خلائی پیش رفتوں کے لئے ایک پیش گوئی اور توثیق کا درجہ رکھتی ہے۔ مگر کیا حقیقت بھی یہی ہے؟

اس سوال کا صحیح جواب ہے اس وقت ملا جب قرآن کو ہم نے پڑھنے کی طرح پڑھا اور اپنی چشم بصیرت سے تقلید خوش فہمی اور خیال پرستی کے پردے ہٹا کر دیکھے معانی کی سیر کی۔ یہ جواب اس کے سوا کچھ نہیں تھا کہ اس آیت اور اس جیسی دوسری آیات تفسیر کو سائنسی کارناموں سے مربوط کرنا علمی اور فکری اقبالیہ سے کوئی بھی حقیقت نہیں رکھتا اور

مستری پر پہنچ ہی جائے تب بھی اس کے اس سفر کا کوئی بھی معذری ربط ان آیات سے نہ ہوگا۔

سورہ نحل میں اللہ تعالیٰ مشرکین و ملحومین کو احساس دلا رہا ہے کہ نادانیہ زمین و آسمان پر موشی، یہ سواری کے جانور یہ چاند سورج، یہ ستارے، یہ سمندر یہ پہاڑ آپ سے آپ پیدا نہیں ہوئے نہ ان کا انتظام کسی دیوی دیوتا کے ہاتھ میں ہے۔ یہ سب تو اللہ واحد القہار کی تخلیق میں اور اسی کے دست قدرت میں پوری کائنات کا نظام ہے۔ تم دیکھتے ہو کہ بادل اٹھ کر پانی برساتے ہیں اور تمھاری فصلوں پر بار آتی چلی جاتی ہے۔ تم دیکھتے ہو کہ سورج اور چاند ایک معینہ برفیاری سے جگہ تعینہ فاصلوں سے طلوع و غروب ہوتے ہیں اور اس کے نتیجے میں تمھارے آرام کے لئے رات اور کام کاج کے لئے دن آتا ہے۔ یہ سب اللہ ہی کی قدرت و قوت کا کرشمہ ہے اور عظیم قیام میں فطرت اللہ کے اشاروں پر لگا ہوا ہے۔ تم کہہ رہے ہو تم جو کفر و کفر و کفر و کفر کی باتیں کرتے ہو اور خود سے تمھاری گزینہ لکڑی ہوئی ہیں تو ناشکر و ذرا سوچو تو تمھاری حقیقت کیا ہے۔

— مئی کا ایک قطرہ اور بس! — خلق الإنسان من نطفین فاذا اھو خصیم مشیمین۔

گو با سورہ نحل میں لیل و نہار الشمس قراد نجوم سے مسخر ہونے کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے اس لئے کیا ہے کہ نادان اور ناشکرے انسان کو اپنی ہمہ گیر قدرت و حکمیت اور احسانات عظیمہ کا احساس دلا کر کفر و شرک سے توبہ پر آمادہ کرنے اور انسان تمام خود ساختہ معبودوں سے دستکش ہو کر تنہا خدا سے اپنا رشتہ بہتہ کی جوڑے۔ اب اگر ہم ان آیات کو آج کے انسان کی سائنسی ترقیوں سے مراد لے کر نے کی جرأت کرتے ہیں تو یہ مدعا ہے قرآن کے الکل برعکس بھی ہے اور علم و منطق کے اقتبا سے ہے اساس بھی۔ ذرا سوچیے "تسخیر" کئے گئے ہیں۔ آپ مراد کے ہالیہ کی بلند ترین جونی پہنچ گئے یا تیر کر ایک وسیع دریا کو پار کر لیا تو کیا یہ کہنا درست ہوگا کہ آپ کے ہالیہ اور دریا کو مسخر کر لیا؟

ظاہر ہے کہ نہیں اور ہرگز نہیں۔ تو آخر چاند اور

اس ربط کو پیمانہ کرنے کی بنیاد دراصل ہمارے اس انسانی مزاج میں ہے کہ ہم ہر وہ بات بہت جلد قبول کیے لیتے ہیں جس سے ہمارے مذہب کی تعریف اور برتری کا کوئی پہلو نکلتا ہو۔ ظاہر ہے جس وقت ہم ربط کی بات کر رہے ہوتے ہیں اس وقت ہمارا ذہن یہ ہوتا ہے کہ دیکھو سائنس کی موجودہ ترقیوں کی طرف تا میری ذرا کا اشارہ ہمارا استدراں پہلے ہی کر چکا ہے اور یہ ترقیاں اسلام کی صداقت کا ایک ضمیمہ و تعلق نبوت ہیں۔ اسلام نے سائنس کی حوصلہ افزائی کی ہے نہ کہ مخالفت۔ قرآن کی متعدد آیات ایک طرح کی دعوت ہیں جو انسان کو چاند ستاروں کی تسخیر پر ابھارتی ہیں اور اس تو صیغہ کا بہت ماہر تہ خود اسلام کو بھی پہنچتا ہے جس کا غلطہ سائنس کی خلا بیانیوں کے حق میں بلند ہے۔ وغیر ذلک۔

مگر سچ یہ ہے کہ اس نوع کی خیال آرائیاں فقط شاعری کے درجے کی چیز ہیں آیات قرآنیہ کے مطالبے ان کا کوئی تعلق نہیں۔ یہی آیت جو ابھی نقل ہوئی اس کیلئے سورہ نحل کھولنے اور دیکھنے کیا مضمون کس مدعا کے تحت بیان ہوا ہے۔

"دی ہے جس نے آسمان سے تمھارے لئے پانی اتارا جسے تم پی بھی سکتے ہو اور اسی سے تمھاری چراگا ہیں وجود میں آتی ہیں رہی، اگالتسے اس کے ذریعہ تمھارے واسطے کھیتی اور زیتون اور حورین و انگور اور ہر اقسام کے پوسے۔ بلاشبہ اس میں نشانیاں ہے اور اب فکر کے لئے اور وہی ہے جس نے تمھارے کام میں لگا دیا رات اور دن کو اور سورج اور چاند کو اور ستارے اسی کے حکم سے کام میں لگے ہوئے۔ اسی نشانیاں میں ان لوگوں کے لئے جو عقل رکھتے ہیں۔"

کون کہہ سکتا ہے کہ ان آیات میں خود انسان کیلئے کسی نوع کی تسخیر دعوت کا شائبہ بھی ہے۔ یہ نہ کہنا بجا ہو کہ یہ ہے کہ یہ آیات آج کی خلا بیانیوں کی مشابہاتی تصویر ہیں۔ کہاں یہ آیات اور کہاں انسان کی خلا بیانی۔ آدمی چاند اور سورج و

انہوں کی تسخیر کا اس بات سے کیا تعلق ہے کہ جو آدمی کل تک تو پچاس سال کی بلندی پر جہاز اڑاتا تھا وہ آج خیر سے چند لاکھ میل کی بلندی تک پہنچ کر چاند یا کسی اور ستارے میں داخل ہو گیا۔ یہ عمل انسانی جہد و جہاد اور ذہانت کا مظہر ضرور ہے اس پر اسے مناسب حدود میں فخر کا بھی حق حاصل ہے لیکن اسے "تسخیر" کا عنوان دینا کوئی معنی نہیں رکھتا "تسخیر" قرآن میں جن مفہوم میں نازل ہوا ہے وہ صاف طور پر یہ ہے کہ چاند سورج کی گردش، روشنی، اثرات، طلوع و غروب، بروز و منان، رب اللہ کے قبضے میں ہیں اور اسی نے ان بڑے بڑے اجسام کو معینہ جنس و حرکت پر مامور کر رکھا ہے۔ بھلا اس مفہوم کا انسانی غلام یا بیویوں سے کیا جوڑ ہے۔ یا چاند سورج کی گردش کو "ستاروں کے مسخر کرنے کی سعی جمیل" کہنا کہا تک قابل فہم ہو سکتا ہے۔ انسان چاند میں پہنچے یا سارے ستاروں کو کھونڈ ڈالے تب بھی آیات تسخیر کی تصدیق کا کوئی پہلو اس سے پیدا نہیں ہوتا۔ آیات تسخیر اللہ کی بے نہایت قدرت و حاکمیت کے محور پر گردش کرتی ہیں جب کہ انسان کا خلیاتی سفر اور چاند تاروں تک پہنچ جانا اللہ کی ذکر نہ ہو تو تسخیر کے مقابلے میں ایسا ہی ہے جیسے تھے کچھ کاٹھلیوں چلتے چلتے کھڑے ہو کر چلنے کے قابل ہو جانا۔ ستم ظریفی کے مواکیب کہتے کہ اللہ جن آیات کو اپنی تصنیف اور انسان کے ضعف کامل کے بیان میں نازل کرتا ہے انسان انھی سے اپنی تعریف اور قوت کا پہلو نکال رہا ہے!

سورہ کا ابراہیم میں کہا گیا :-

"اللہ ہی ہے جس نے آسمان و زمین بنائے اور آسمان سے پانی اتار دیا پھر اس کے ذریعے تمہارا رزق پیدا کیا اور مسخر کر دیا تمہارے لئے کشتی کو کہ وہاں چلے اللہ کے حکم سے اور کھڑکیں تمہارے لئے تریاں اور کھرنے تمہارے لئے سورج اور چاند جو لگے بندھے انداز میں کام کرنے والے ہیں اور مسخر کیا تمہارے لئے رات اور دن کو"

خوش فہمی کی آڑ اور اصل لکھ کر بنایا گیا ہے۔ یعنی جو

اللہ بار بار کہتا ہے کہ مسخر کیا تمہارے لئے "تو اس کا یہ مفہوم لیا گیا کہ گو یا اللہ نے انسان کو ان تمام لوازم فطرت کے لئے قوت تسخیر عطا فرمادی ہے، حالانکہ یہ پیکر لائینی بات تھی۔ "تمہارے لئے" کی تفسیر فقط اظہار احسان کے لئے ہے یعنی لئے ناشکرے انسان کو اللہ تو اتنا بڑا محسن ہے کہ اس نے تمہارے لئے کائنات کی تمام ہی چیزوں کو اپنے حکم سے تمہارا خدمت گزار بنا دیا ہے مگر تم پھر بھی مشرک کفر کی راہ اختیار کرتے ہو بھلا اس کا اس سے کیا تعلق ہے کہ خود انسان کو صاحب تسخیر قرار دے لیا جائے!

چاند میں محدود پہنچ جانا ہی اگر "تسخیر" ہے تو بتایا جائے کہ کیا سورج میں پہنچنا بھی ممکن ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر یہ تسخیر کے باب میں چاند کے ساتھ۔ بلکہ چاند سے بھی پہلے سورج کا ذکر کیوں ہے۔ اور یہ "دن رات کی تسخیر" تو پہنچنے نہ پہنچنے کی بحث سے تعلق ہی نہیں رکھتی۔ پھر کیا معنی جنس کے ساری آیات کے اگر چاند میں پہنچ جانے کا نام تسخیر رکھ لیا گیا؟

سورہ جاخیر میں کہا گیا :-

"اور مسخر کر دیا اللہ نے تمہارے لئے ہر اس چیز کو اپنی طرف سے جو آسمانوں اور زمین میں موجود ہے"

تو کیا اس کا یہ مطلب ہو گا کہ انسان نہ صرف سورج بلکہ بیحد و حد تک کائناتوں میں بھی پہنچے گا۔

سائنس کی بات ہے کہ قرآن میں جہاں کہیں بھی مسخر لکھا آیا ہے وہاں انسان کی سائنسی ترکیبوں اور خلیا یا بیویوں کے لئے کوئی اشارہ نہیں نہ ظنی نہ حقی تر ہے وہاں صرف اور صرف یہ مبہوم بیان ہو رہا ہے کہ انسانی زندگی سے مساعرت کرنے والا یہ سائر نظام کائنات، یہ طبعی اصول، فطری ضابطے خدا ہی کے حکم سے اپنے اپنے اپنے کاموں میں لگے ہوئے ہیں اور ہر شے کو اس طرح بنایا گیا ہے کہ اسکے ذریعے انسان کو زندگی کا مسرور سامان ہم ہوتا ہے۔ پھر بھی یہ انسان شکر گزار ہی نہ کہے تو اس سے بڑھ کر دلیل ہے جس کوئی نہیں۔

لئے مولانا دیوبندی ایسے ایک اچھے وعدے کا ناپیہ ہیں۔ خدا را وہ غور فرمائیں کہ ایسا انہوں نے کس بنیاد پر کہا۔

قرآن حکیم کا حق تلاوت

یہ تقریر جون کالج میں ریڈیو پاکستان کراچی سے نشر ہوئی تھی۔ پھر اسے جزوی ترجمہ اور نظر ثانی کے بعد بزم معارف اسلامیہ کراچی یونیورسٹی کے زیر اہتمام منعقدہ "یوم القرآن" ۱۹ رمضان المبارک ۱۳۸۵ھ مطابق ۲۴ فروری ۱۹۶۵ء کے موقع پر پڑھا گیا۔ (۱- ب)

خوش حالی اور فلاح و ترقی کی نعمتیں اور برکتیں حاصل کر سکتا ہے اور اسی عمل پر آخرت کی نجات کا بھی دار و مدار ہے۔ خدا کی یہ عبادت و اطاعت جیسا کہ ابھی بیان کیا گیا کسی خاص دائرے میں محدود نہیں بلکہ جس وقت اور جس حالت میں چوں سا کام انسان کرتا ہے اگر وہ خدا کے حکم و ہدایت کے مطابق کرتا ہے تو وہ خدا کی عبادت و اطاعت میں شمار ہوگا۔ اس بناء پر ظاہر ہے کہ اللہ کے حکموں اور اس کی مرضی کا معلوم کرنا انسان کے لئے ضروری ٹھہرتا ہے کیونکہ جب تک انسان یہ نہ جانے گا کہ اللہ تعالیٰ کن باتوں کو پسند کرتا ہے اور کن باتوں کو پسند کرتا ہے اور جب تک انسان کو یہ معلوم نہ ہوگا کہ اللہ کے وہ احکام اور اس کی وہ ہدایتیں کیا ہیں جن کی انسان کو پابندی کرنی ہے۔ اس وقت تک اللہ تعالیٰ کی عبادت و اطاعت نہیں کی جا سکتی۔ اب سوالیہ یہ ہے کہ اللہ کے احکام اور اس کی مرضیات کے جاننے کا ذریعہ کیا ہے؟ انسان یہ کیسے معلوم کرے کہ اللہ تعالیٰ نے فلاں فلاں باتوں کے کرنے کا حکم دیا ہے اور فلاں فلاں کاموں سے روکا ہے اس کا

الحمد لله رب العالمين والقبول والستلام
عليه وسوله محمد اختيار الانبياء و المرسلين علي
آله واصحابه اجمعين۔

اسلام نے انسان کے پیدا کئے جانے کا جو مقصد اور اس کی زندگی کا جو فریضہ بتایا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی عبادت بندگی کو کہتے ہیں اور ظاہر ہے کہ انسان عبادت یعنی بندہ بن کر ہی پیدا ہوا ہے وہ خدا اور خالق نہیں ہے بلکہ مخلوق اور بندہ ہے اس بناء پر اسلام کا مطالبہ یہ ہے کہ زندگی کا کوئی وقت اور کوئی حال خدا کی بندگی اور فرماں برداری سے خالی نہ ہو کیونکہ جب آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ فلاں وقت تو خدا کی عبادت و بندگی کے لئے ہے اور فلاں وقت اس کی بندگی و عبادت سے بے نیاز رہنے کا حق حاصل ہے۔

اس مقصد کو بچھلنے کے لئے قرآن کریم میں ارشاد ہوا ہے کہ وما خلقت الجن والانس الا ليعبدون والذاتيات
یعنی اللہ فرماتا ہے کہ میں نے جن اور انسان کو اس کے سوا اور کسی غرض کے لئے پیدا نہیں کیا کہ وہ میری ہی عبادت کریں۔ یہی وہ عمل ہے جس کی بدولت انسان دنیا میں بھی اپنے

قرآن حکیم کا حق تلاوت ادا کرنا یہ نہیں ہے کہ اسے پڑھ کر پاسکر انسان اس سے مس نہ ہو، بلکہ یہ ہے کہ وہ قرآنی آیتوں کا گہرا ترقیبول کرے جو ہدایت پڑھی جانے والی آیتوں میں آئی ہو اس کی پیروی کی جائے جس چیز کو فرض قرار دیا گیا ہو اس کی تعمیل کی جائے جس کی برائی بیان کی گئی ہو اس سے انسان اپنے آپ کو بچائے اور عذاب الہی سے متعلق کوئی آیت سامنے آئے تو اس عذاب کے تصور سے انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں۔ اسی لئے عہد الرحمن یعنی اللہ کے اصل بندوں کی صفات میں سے ایک اس صفت کا بھی قرآن حکیم نے تذکرہ کیا ہے:-

وَالَّذِينَ إِذَا ذُكِرُوا بِهَا
بِآيَاتِنَا رَقِعَتْ لَهُمْ
عَلَيْنَا صَمًا وَعُمِّيَانًا
(الفرقان)

اور عہد الرحمن (وہ ہیں جنہیں اگر ان کے سب کی آیتوں سے نصیحت کی جاتی ہے تو وہ اس اندھے اور بہرے بن کر نہیں گرتے یعنی اللہ کی آیات کو سمجھتے اور ان میں غور و فکر کرتے ہیں جس کا لازمی نتیجہ ہوتا ہے کہ تلاوت کی جانے والی آیات میں جو تسلیم ہوتی ہے اس کا اپنے آپ کو نظر بناتے ہیں اگر خدا کی نظر میں ہی پسندیدہ کام کا تذکرہ ہوا ہے تو اسے اختیار کرتے ہیں اور اگر کسی چیز کی مذمت بیان ہوتی ہے تو اس سے رُک جاتے ہیں اور اگر وہ ان کی زندگی میں پائی جاتی ہے تو اسے اپنی زندگی سے خارج کرتے ہیں اسی بنا پر ایسے لوگوں کی ہدایت قرآن حکیم یہ خبر دیتا ہے:-

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرُوا بِهَا
وَهُ لَوْ كُنُوا يَسْمَعُونَ
قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ
عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا رَكَعُوا
لَهَا وَكُنُوا عَلَيْهَا
خَاشِعِينَ (الانفال)

اصل میں ایمان لانے والے تو وہ لوگ ہیں جن کے دل اللہ کا ذکر سکر کر جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیتیں ان کے سامنے تلاوت کی جاتی ہیں تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے اور وہ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں غرض قرآن حکیم کی تلاوت کا بچاؤ خود عبادت ہونے کے باوجود اس تلاوت کا حق ادا کئے بغیر نہ کسی

جواب ایک ہے اور صرف ایک، وہ یہ کہ خدا کے احکام اور اس کی ہدایتوں کا سرچشمہ قرآن حکیم ہے اس لئے ہر وہ شخص جو اپنے پروردگار کا فرماں بردار بندہ بن کر رہنا چاہتا ہے اس کے لئے یہ ممکن نہیں کہ وہ قرآن حکیم کی تلاوت سے غافل اور بے نیاز رہے۔

بلاشبہ قرآن حکیم کی تلاوت بجائے خود ایک عبادت ہے جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:-

”قرآن مجید کا پڑھنا اور خاص کر نماز میں کھڑے ہو کر پڑھنا سب سے زیادہ افضلیت والی عبادت ہے۔“

لیکن قرآن کے بعض لفظوں کا زبان سے ادا کرتے رہنا نہ اس مقصد کو پورا کرتا ہے جس کی خاطر یہ قرآن نازل کیا گیا ہے اور نہ ذریعہ بن سکتا ہے خدا کے حکموں اور اس کی مرضی کے معلوم کئے جانے کا، بلکہ یہ فائدے اسی وقت حاصل کئے جاسکتے ہیں جب قرآن حکیم کی تلاوت کا حق ادا کیا جائے:-

الَّذِينَ آمَنُوا بِالْكِتَابِ
مَسْمُورًا حَتَّى تُلَاقُوهُ
أَوْ كُفُّوا بِهٖ -
وَمَنْ يَكْفُرْ بِهٖ فَاذْكَرْ
هُمَّ الْخَاسِرُونَ (البقرہ)

جن لوگوں کو مہینے کتاب دی ہے وہ اسے اس طرح پڑھتے ہیں جیسا کہ پڑھنے کا حق ہے وہ اس پر سچے دل سے ایمان لاتے ہیں اور جو اس کے ساتھ کفر کا رویہ اختیار کریں وہ نقصان اٹھانے والے ہیں۔

اس آیت کریمہ میں اگرچہ کتاب کے صحیح غماض کی طرف اشارہ ہے لیکن اس کا مفاد بہر حال یہ تو نکلتا ہی ہے کہ قرآن جو لکھا گیا ہے وہ ایک واحد صحیح ترین اور مستند کتاب الہی ہے اس لئے اس کی تلاوت کا حق ادا کرنے سے ایمان کی عبادت اور برکتیں حاصل ہوتی ہیں اور خدا کی اس کتاب کی تلاوت کا حق ادا نہ کرنا خسران نامرادی کو دعوت دیتا ہے۔

اطلاقی مرض کا علاج ہو سکتا ہے نہ ان خصلتوں اور صفوں کی نشوونما ہو سکتی ہے جو اسلام کو مطلوب ہیں، نہ اس اجتماعی نظام کی تعمیر ہو سکتی ہے جو اسلامی تہذیب تمدن کا تقاضا ہے نہ اس عروج و ارتقاء کے مراحل پہنچنے کی راہ مل سکتی ہے جو انسان کے لئے انسانیت کی حیثیت سے سعادت اور رحمت کا گہوارہ بنے اور نہ آخرت کی کامیابیوں کی جانب سے خوش آمدید کے ساتھ استقبال کی امید کی جا سکتی ہے اور قرآن حکیم کا حق تلاوت کم از کم یہ ہے کہ ان کھلی کھلی ہمتوں کو جانا اور سمجھا جائے جن کے جانے اور سمجھے بغیر نہ افراد خدا کے فرماں بردار بندے بن سکتے ہیں اور نہ ایسا معاشرہ جم لے سکتا ہے جو خدا کا عبادت گزار اور خدا کی اطاعت میں سرگرم ہو اور پھر ان قرآنی آیتوں کے تقاضوں کے مطابق اپنے آپ کو بدلنے کی کوشش کی جائے جن کو جانا اور سمجھا لینا ہے اس کے لئے پہلی شرط نیت کی پاکیزگی ہے نیت کی پاکیزگی کا مطلب یہ ہے کہ قرآن حکیم کو صرف ہدایت کی طلب کے لئے پڑھا جائے کسی اور غرض کو سامنے رکھ کر نہ پڑھا جائے اگر ہدایت کی طلب کے سوا کوئی اور غرض سامنے ہوگی تو نہ صرف یہ کہ انسان قرآن کے فیض سے محروم رہے گا بلکہ اس بات کا بھی خطرہ ہے کہ قرآن سے دوری پڑھتی ہی چلی جائے گی، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے پوری مہارت سے فرمایا ہے کہ قرآن سے ہدایت کا دارہ متقین کو پہنچانے کے لئے ہدایت ہے اور یہی وجہ ہے کہ مستشرقین شعار لوگوں کے لئے ہدایت ہے اور یہی وجہ ہے کہ مستشرقین ہوں یا کوئی اور قرآن کو سمجھنے کے باوجود ہدایت سے محروم ہیں اور محروم رہتے ہیں کیونکہ ان کی نیتیں پاکیزہ نہیں۔ وہ قرآن کو محض ہدایت کی طلب کے لئے نہیں پڑھتے، بلکہ اعتراض یا لوگوں کو تشکیک میں مبتلا کرنے کی غرض سے پڑھتے ہیں۔ دوسری شرط یہ ہے کہ اپنے ذاتی رجحانات سے ذہن کو پاک رکھا جائے ورنہ اگر قرآن کی تلاوت اور اس کے مطالعہ سے یہ کام لیا جائے کہ انسانی دماغ کے

ترافٹے ہوئے فلسفوں اور اپنے ذاتی افکار یا اخیار کے پہاڑ سے در آمد کئے ہوئے نظریات و تصورات کی تائید میں قرآن سے کچھ آٹنی سیدھی دلیلیں گھڑی جائیں تو ممکن ہے انسان کو بزرگ خویش اس طرح کے قرآنی معارف کے نکالنے میں کامیابی حاصل ہو جائے لیکن یہ حرکت انسان پر قرآن کے ہم کار ہزار ہند کرتی ہے۔

تیسری شرط یہ ہے کہ تلاوت کے ظاہری اور باطنی آداب کا لحاظ رکھا جائے، ظاہری آداب میں جسم و لباس کی پاکیزگی اور قرآن مجید کی تعظیم کا اہتمام ہے پھر اسی تعظیم کا تقاضا یہ ہے کہ ٹھیک ٹھیک آہستہ آہستہ تلاوت کی جائے ایسا معلوم نہ ہو کہ ایک پوچھ ہے جس کو انسان جلد سے جلد سے اتار پھینکنا چاہتا ہے۔ حضرت عائشہؓ اگر کسی کو قرآن مجید جلدی جلدی پڑھتا ہوا دیکھتیں تو فرماتیں کہ یہ شخص نہ تو خاموش ہے اور نہ قرآن ہی پڑھ رہا ہے۔ اس کے علاوہ فیضیت کے اعتبار سے زبانی پڑھنے کے لحاظ سے قرآن حکیم کو دیکھ کر پڑھنا زیادہ فیضیت رکھتا ہے اگر انسان قرآن کا حافظ ہی کیوں نہ ہو اس لئے کہ اس طرح آنکھیں بھی مشغول رہتی ہیں جس طرح دل اور دماغ کا حاضر رکھنا تلاوت قرآن کے آداب و شرائط میں سے ہے۔

باطنی آداب کے سلسلے میں ایک تو یہ ہے کہ خدا کے اس کلام کی عظمت کو جانا جائے اور اس حقیقت کو پہچانا جائے جس کی بنا پر ہر ارشاد ہوا ہے کہ:-
 لَوْ أَنزَلْنَا هَذَا الْقُرْآنَ عَلَىٰ جَبَلٍ لَّرَأَيْتَهُ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللَّهِ لَا تَخَوِّفُ إِلَّا الضَّالِّينَ
 اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو تم دیکھتے کہ خدا کے خون سے دبا اور پھٹا جاتا ہے۔

اس سلسلے میں امام غزالی نے کیا خوب ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن عزیز کی عظمت اور جمال کو حسرتوں کا لباس پہنا دیا ہے تاکہ اس لباس کے ذریعہ وہ انسانوں کو تہمت لگائے لیکن بہت سے لوگ قرآن کو اس کی آواز اور ظاہری شکل و صورت سے زیادہ کچھ نہیں سمجھتے حالانکہ یہ ایسا ہی ہے جیسے

رہنمائی کے لئے خدا کی آخری کتاب ہے جو ایک نشوونما اور ایک نقطے کے تغیر اور تبدیلی کے بغیر محفوظ ہے اور رہتی دنیا تک محفوظ رہے گی جو اس کو سمجھے گا اور اس پر عمل کرے گا ۱۹۷۷ء خدا کی عبادت گزار اور فرمانبردار بندہ ہوگا اور شرافت و عظمت اور عروج و ترقی کا بلند ترین مقام اسی کے حصہ میں آئے گا اور جو اس پر عمل نہ کرے گا وہ دنیا کی صلاح اور آخرت کی خیرات دونوں سے محروم رہے گا۔

چاہے اس دعوے کا کم سے کم تقاضا یہ ہونا چاہیے تھا کہ یہ کتاب ہم کو تمام کتابوں سے زیادہ عزیز و محبوب ہوئی اور ہم دنیا کے تمام علوم و فنون سے زیادہ اس کتاب کے سیکھنے سکھانے اور اس کی تعلیموں سے واقف ہونے کے شائق بن گئے، لیکن ہماری روش یہ ہے کہ ہماری نظروں میں دنیا کے سارے علوم و فنون کی قدر و منزلت ہے اور نہیں، تو قرآنی علوم کی اور نہ سچے سے اور نہ تک تعلیم کا کوئی مرحلہ اور درجہ ایسا نہ ہوتا جس میں اس کو نظر انداز کیا گیا ہوتا۔ ہم دنیا کا سب سے بڑا علم و فن بڑی محنت سے سیکھنے سکھانے میں لگے ہوئے ہیں اور نہ سیکھنے سکھانے اور پڑھنے پڑھانے سے بے پروا ہیں اور نہ کوئی وجہ نہ تھی کہ یہاں ایسی تعلیم کا ہمیں وجود میں آسکتی یا پہلے سے قائم شدہ قائم رہتیں جن کے احاطے میں قرآن کا داخلہ ممنوع ہے اور اگر وجود میں آتیں تو آپ اپنی موت نہ مر جاتیں، لیکن اس کے برخلاف نہ صرف یہ کہ ایسی تعلیم کا ہمیں اختیار نہ قائم کیں بلکہ یہ تعلیم کا ہمیں ہلکے ہی بچوں سے بھری ہوئی ہیں اور ان کو سنا کر بلکہ شرمناک بات یہ ہے کہ ایسی تعلیم کا ہوں نہیں تعلیم دلانا بڑے فخر کی بات سمجھی جاتی ہے جس کا نتیجہ یہ نکل رہا ہے کہ یہ بچے ایسے اداروں سے جب نکلے ہیں ہونے لگتے ہیں تو چاہے شکستہ اور بیہوش بن کر نکلے ہوں مگر قرآن سے کوسوں دور نہ لگتے جاتے ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ انھیں یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ کونسا طبقہ نام کا بھی کوئی جملہ ہے اور ان تعلیم کا ہوں سے پڑھ کر نکلنے والے چند ایسے بھی طلبہ سے خود میرا سابقہ پڑا ہے جو نہ صرف یہ کہ اسلام سے نابلد ہیں بلکہ اسلام سے متنفر کراتے جھلکے ہیں

کوئی شخص یہ خیال کرے کہ آتش یعنی آگ کی حقیقت محض آفتاب اور ساقی ہے اور اس بات کو نہ جانے کہ اگر آتش میں کاغذ ڈالا جائے تو وہ جلا دیتی ہے اور کاغذ اس کی تاب نہیں لاسکتا، لیکن یہ حروف جن سے آتش کا لفظ مرکب ہے ہمیشہ کاغذ پر لکھے رہتے ہیں لیکن کچھ اثر نہیں کہتے اسی طرح کاغذ پر لکھی ہوئی قرآنی آیتیں اپنے اندر وہ عظیم الشان حقیقتیں رکھتی ہیں کہ اگر انسان اپنے دل و دماغ کو ان کے حوالے کر دے تو پھر وہ اس آگ سے کندھ بن کر نکلتا ہے اور انسانی مشیت کے بازار میں وہی ایک کھرا سونا ثابت ہوتا ہے پھر نالکھن ہے کہ انسانی مشیت کا اجتماعی ضمیر کھرے سونے کی قدر و قیمت کو نہ پہچانے۔

پھر باطنی آداب کے سلسلے میں دوسری اہم بات یہ ہے کہ ہر اس آیت کا حق اور اگرنا چاہیے جو تلاوت کے اثناء میں سامنے آئے۔ مثلاً کوئی ایسی آیت سامنے آئے جن میں عذاب الہی کا بیان ہے تو دل پر خوف و ہراس طاری ہو اور خدا سے پناہ طلب کی جائے، کوئی ایسی آیت سامنے آئے جس میں رحمت الہی کا تذکرہ ہے تو دل میں خوشی کی کیفیت پیدا ہو اور اللہ سے رحمت کی التجا کی جائے خدا کی تسبیح اور حمد سے متعلق آیتوں کے موقع پر اللہ کی حمد و تسبیح کی جائے اللہ کے حقوق اور بندوں کے حقوق کی تعلیم دینے والی آیتوں کے موقع پر سوچنا چاہیے کہ اس باب میں ہم سے کیا کوتاہی ہوتی ہے اور جو رہی ہے اور پھر اس محبت اور کوتاہی پر شرم و ندامت محسوس ہو اور توبہ و استغفار کے ساتھ آئندہ اس محبت اور کوتاہی سے بچنے کا پختہ ارادہ کرنا چاہیے۔

یہ ہے مختصر طور پر قرآن کریم کی تلاوت کا ظاہری و باطنی آداب اور اس کا حقیقی تلاوت، لیکن ہماری حالت اس کے بالکل برعکس ہے ہمارا دعویٰ تو یہ ہے کہ قرآن کریم خدا کی نازل کی ہوئی کتاب ہے یہ خدا کی تمام پھیلی کتابوں کی تعلیموں کا صحیح اور مستند مجموعہ ہے اس میں وہ تمام باتیں درج ہیں جو اللہ نے دین کی تکمیل کے لئے اتاری ہیں یہ دنیا کی



خون صفافاؤس اور بچوڑے پھیسوں سے
 لہے پھنزے جسم کو کندن بناتا ہے۔
 خون صفافطیعت کا گرانی، بھوک لگائی اور
 بوسات کے موسم میں اس کا استعمال ضروری
 اور مفید ہے۔

فون صفافاؤس



دواخانہ طبیہ کالج سلیم یونیورسٹی علی گٹھ روہی،

پھر دنیا کی شاید ہی کوئی کتاب ہو جس نے قرآن سے
 زیادہ اس بات پر زور دیا ہو کہ اس کا حقیقی اور اصلی فائدہ
 صرف اس وقت حاصل کیا جا سکتا ہے جب اس کی تلاوت
 کا حق ادا کیا جائے، جب اسے سمجھا جائے جب اس کو پورے
 غور و تدبر کے ساتھ پڑھا جائے لیکن یہ حقیقت تلخ ہونیکے
 باوجود ایک حقیقت ہے کہ یہی ایک کتاب ہے جو ہمیشہ آنکھ
 بند کیے پڑھی جاتی ہے اور زندگی کے معاملات سے اس کا
 تعلق صرف اس قدر رہ گیا ہے کہ نزع کے وقت کی سختیوں
 کو آسان کیا جائے یا کسی تقریب اور اجتماع کے موقع پر محض
 برکت کے لئے اس کی تلاوت کر دی جائے۔

آنکھوں کے لئے سرسبز

درخشف

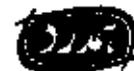
ہی لیجئے

دیپہانی معالج

آرڈر، ہندی اور انگریزی
 نینوں نیالوں میں موجود ہے
 بیس: حصہ اول، حصہ دوم
 نصاب کے مطابق
 علامہ محمول ڈاک

دیپہانی معالج

دین حقیقات نے ثابت کر دیا ہے کہ تقریباً ۱۹۹ جزوی روشاں اور جزوی
 ایسی ہی جو عام طور پر ہلکے اور ہلکے ہیں یا جاتی ہیں اور جو پستے مرد
 کے ساتھ عام استعمال کر سکتے ہیں جن سے ان کی آنکھوں کی صحت کو بڑھانے کا علاج
 ہو سکتا ہے ان حقیقات کے تحت چھ دیپہانی معالج میں پیش کیے گئے ہیں۔
 کتاب و مضمون میں ہے حصہ اول میں صحت کے عام اصولوں میں
 معاملات دو دن عملی اور دو روزی اور دو سات میں عام طور پر پائی جانے والی ۱۹۹
 روزوں اور جزوی روشوں کا ذکر ہے۔
 مقصد و مضمون انسانی طاقت اور یوں کے علاج سے متعلق ہے
 اس میں ۱۹۹ اتفاقی حالات اور ۱۹۹ بیماریوں کا حال اور ان کا علاج ۱۹۹ سے
 زیادہ تصاویر کے ساتھ نہایت آسان انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ آخر میں ایک
 اہم باب کے ذریعہ محض دو اول اور دو اول کے لئے کا طریقہ درج ہے



دواخانہ طبیہ کالج سلیم یونیورسٹی علی گٹھ روہی،

ذیلی علمی و تاریخی کتابیں

ذیل کی فہرست میں کتنی ہی کتابیں ایسی ہیں جو ہندوستان سے باہر کی مطبوعات میں اور سب سے پہلے سے انھیں فراہم کیا گیا ہے لہذا شائقین ذریعہ فرمائیں درندہ بیچارہ نہیں کہ ایک بار ختم ہونے پر ان کا دوبارہ منظر امیو نامتکل ہو جائے۔ خطاکا تصنیف اور اپنا نام پر ہمیشہ صفات شہر لکھتے۔ (منیر مکتبہ خلی)

مغلیہ دور حکومت | خانی خان نظام الملک کی مشہور کتاب "مغلوب القباب" کا اردو

ترجمہ۔ چار حصوں میں مکمل۔
 حصہ اول :- باہر سے جہانگیری تک
 حصہ دوم :- دور شاہ عباسی
 حصہ سوم :- دور عالمگیری

حصہ چہارم :- شاہ عالم سے ناصر الدین محمد تا تک
تاریخ عالمگیری | اس دور میں شاہ کے پچاس سالہ دور حکومت کی تاریخ جو قرآن لکھنے کی

اُجرت سے اپنا خرچ چلاتا تھا۔ اس کا مصنف محمد سعید سانی خان زندگی بھر قصر شاہی سے لیکر میدان کارزار تک عالمگیری کے ساتھ رہا۔ اردو ترجمہ صحیح۔ مجلد نو روپے پچتر پیسے۔

شاہ جہاں کے ایام اسیری اور عہد اورنگ زیب | اس میں

جیسی عمارتیں دیکھنے والی زندگی کی ساری ترقیوں کا بیان ہے اور اس میں بڑھی آکھیں پانے جگر گوشہ کو ایک دوسرے کے خون کا پیاسا لکھ رہی تھیں جب مغلیہ مغلیہ اور شاہ کے کہرے میں لڑتی ہوئی تھی اس وقت عالمگیری کی چہرہ مسلسل اور تاریخ جگر دار نے اس کہرے کی ایک لک تہ کیا وہ پارہ کر کے دکھایا۔ اس زمانے کا ایک سیاح ڈاکٹر فرانس بریٹرنوئی تفصیل اور جامعیت کے ساتھ واقعات بیان کرتا ہے۔ اردو ترجمہ عام فہم۔ مجلد بارہ روپے۔

اقبال نامہ جہانگیری | مغلیہ دور حکومت میں جہانگیری

کا عہد کئی اعتبار سے بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ دوبارہ جہانگیری کے ایک اہم رکن معتمد خان غنٹی کی یہ تصنیف اس دور کی بڑی واضح اور دلچسپ تصویر پیش کرتی ہے۔ اردو ترجمہ سلیس و شگفتہ۔ قیمت مجلد چھ روپے

تاریخ الخلفاء | خلفائے راشدین، خلفائے نبوی امیر

اور خلفائے عباسیہ کی تاریخ پر مشتمل حافظ جلال الدین سیوطی کی مشہور ترین کتاب ہے اقبال الدین احمد نے بڑی خوش اسلوبی سے اردو میں منتقل کیا ہے قیمت مجلد چار روپے

سفینہ اولیاء | شاہ جہاں کے بیٹے داسرا شکوہ کی معروف کتاب جس میں اولیاء و القیام اور ائمہ

کرام کے حالات بیان ہوئے ہیں۔ محاورے بڑے پختہ ہیں۔

تاریخ غرناطہ | اندلس کے شہرہ آفاق شہر غرناطہ کی

تاریخ جو غرناطہ کے بے مثل ادیب محمد بن الخطیب کے تحریر ہے۔ یہ مسلمانوں کے ایک شاندار عہد حکومت ہی کی تاریخ نہیں ہے بلکہ ایک نئے تمدن اور ایک رشک آفرین دور کی تاریخ ہے۔ اردو ترجمہ دلکش اور شگفتہ۔ جلد اول دس روپے پچتر پیسے۔ جلد دوم گیارہ روپے

سفر نامہ ابن بطوطہ ایسے سفر نامہ دنیا کی مشہور ترین کتابوں میں ہے۔ ایک با حوصلہ اور جفاکش

نوجوان ابن بطوطہ کی تحسین ساکنہ سیاحت کا حیرت انگیز و دلچسپ ترین اور معلومات آفرین دفتر مشہور ترجمہ میں احمد جعفری نے اسے اردو میں منتقل کیا ہے۔ مجلد پندرہ روپے۔

تاریخ فیروز شاہی ہندوستان کے معروف فرماؤں اور فیروز شاہ تغلق کے ۲۸ سالہ

دور حکومت کی داستان اسی دور کے ایک مصنف شمس سراج عقیقت کے قلم سے۔ ترجمہ از مولوی محمد خدا علی طالب۔

مجلد آٹھ روپے پچیس پیسے

سیاست نامہ دنیا کے اسلام کے بلند پایگانوں ساز بہترین مدیر اور دور اندیش سیاستدا

نظام الملک طوسی کی یہ کتاب دنیا کی ممتاز کتابوں میں شامل ہے۔ مترجمہ شاہ حسن عطا۔ قیمت سات روپے

فتوح البلدان تیسری صدی ہجری کے مؤرخ بلاذری کی یہ تاریخ اسلامی تاریخ کے قدیم ترین

ماخذ کی حیثیت سے دنیا بھر میں مشہور ہے۔ اردو ترجمہ از۔ سید ابو الخیر مودودی۔ قیمت ہر دو جلد مکمل مجلد پندرہ روپے۔

نظام الملک طوسی دنیا کے اسلام کے ایک بلند مرتبہ آئین ساز اور مدبر کی داستان حیات۔ اس جامع

الصفات شخصیت کی روداد پڑھنے کی چیز ہے۔ مجلد بارہ روپے۔

البرامکہ ایران کی قدیم عظمت کی کہانی۔ عہد عباسی کے عظیم الشان تمدن کی تاریخ اور عباسی خلفاء کے

سیاسی و انتظامی اداروں کی مکمل داستان۔ عالم اسلام کے نامور وزراء خالد برمکی، یحییٰ اور جعفر برمکی کون تھے

ان دانشوروں کے عروج و زوال کی حیرت انگیز کہانی۔ قیمت مجلد بارہ روپے

صحابیات صحابی خواتین کا تذکرہ سینے آگے اور دلچسپ۔ مہذبہ۔ نیاز تجویری۔ چھ روپے۔

تاریخ مسلمانان عالم موضوع اور اسکی اہمیت نام سے ظاہر ہے۔ اپنی قسم کی پہلی کتاب۔ دلچسپ

اور معلومات افزا۔ جلد اول پانچ روپے۔ جلد دوم چھ روپے
جلد سوم چھ روپے

حدیث و سیرت

تجزیہ بخاری (اردو) بخاری میں اکثر حدیثیں مکرر آئی ہیں لہذا اختصاراً بڑھ گئی ہے "تجزیہ"

کا مطلب یہ ہے کہ اس مکرر مضمون کے جملہ حدیثیں لے لی گئی ہیں۔ اردو ترجمہ عام فہم۔ مجلد آٹھ روپے۔

انتخاب صحاح ستہ (ترجمہ اردو) "صحاح ستہ" حدیث کی

جنہیں سب زیادہ مستند مانا گیا ہے۔ ان چھ کتابوں کو کہتے ہیں مطالعہ کی خاص چیز ہے۔ مجلد پانچ روپے۔

مسلم شریف (اردو مع عربی) بخاری کے بعد بلکہ بعض

"مسلم" کا درجہ ہے۔ نہ صرف اس کا اردو ترجمہ بلکہ اس کی مشہور شرح "شرح امام نووی" کا خلاصہ بھی شامل کتابت

عربی متن ساتھ ساتھ۔ چھ جلدوں میں کامل۔ ڈیٹا ٹیسٹ روپے۔

دارمی شریف (اردو) یہ بھی حدیث کا معروف مجموعہ ہے

کہتے ہیں۔ قیمت مجلد آٹھ روپے۔

مشکوٰۃ شریف (عربی مع اردو) احادیث کی گیارہ کتابوں

میں مقبول ہے اور مدرسوں میں شامل درس ہے۔ تین مختصم جلدوں میں مکمل۔ مجلد چوبیس روپے۔

مستد امام اعظم امام ابو حنیفہ کے سلسلے سے مروی احادیث

کا انیس مجموعہ۔ اردو مع عربی قیمت مجلد آٹھ روپے۔

نسائی شریف (اردو مع عربی) نسائی حدیث کی ان چھ

ہے جنہیں "صحاح ستہ" کا معزز لقب حاصل ہے۔ اس کا اردو ترجمہ عربی متن حاضر خدمت ہے۔ تین جلدوں میں مکمل۔

تالیخ و تذکرے

موطائے امام محمد یہ مجموعہ حدیث بھی صیف اول کے مجموعوں میں شمار کیا گیا ہے۔ اردو مع

عربی۔ قیمت مجلد آٹھ روپے

کتاب زندگی امام بخاری کی مفید ترین تالیف

الادب المفرد کا اردو ترجمہ۔ اس کتاب میں معیشت و تمدن، تہذیب و معاشرت، شخصی اخلاق اور روزمرہ کی ضرورتوں سے متعلق احادیث جمع کی گئی ہیں۔

قیمت مجلد آٹھ روپے۔ یہی کتاب اگر آپ کو اردو مع عربی مطلوب ہو تو مجلد کا ہدیہ ہے بارہ روپے۔

ابن ماجہ (اردو کمال) یہ بھی صحیح ستہ کا ایک رکن ہے۔ ترجمہ عام فہم۔ بارہ روپے۔

زاد المعاد حضرت کی سیرت پر ایک مستند مفصل اور قدیمی کتاب جس کے مؤلف ہیں اماہلین القیم

عربی کی اس ضخیم کتاب تک صرف عربی دانوں ہی کی پہنچ تھی اب اردو ترجمہ بھی حاضر ہے۔ یہ کتاب اہل علم میں بے حد شہرت اور بلند مرتبہ مانی گئی ہے۔ چار جلدوں میں مکمل۔ مجلد ۴م ۲۵ روپے

رحمۃ اللعلمین یہ بھی حضورؐ ہی کی حیات طیبہ کا نقشہ نقل ہے۔ قاضی سلیمان منصور پوری کا نام

ان کی اس تالیف نے زندہ جاوید کر دیا۔ کیا پرسوز اور پر خلوص انداز بیان ہے۔ پڑھیے اور روحانی کیف و انبساط میں کھوجا

تین جلدوں میں مکمل۔ بیس روپے (مجلد چھٹس روپے)

النبی الخاتم واقعات سیرت اور ان پر تبصرہ مؤلف کے احاذذہن نے کیسے کیسے نکتے نکالے

ہیں دیکھنے کی چیز ہے۔ تین روپے ۲۵ پیسے۔ حضورؐ کی سیرت کا عام فہم اور دلکش بیان۔ خاص خاص دینی عقائد کی تفصیل و توضیح

قیمت سوا روپیہ

محمد رسول اللہ ناول کے طرز پر لکھی ہوئی ایک مصری مصنف کی دلچسپ کتاب جس میں حضورؐ کے انقلاب آفریں کارناموں پر ایک خاص انداز سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ پانچ روپے۔

قیمت سوا روپیہ

حیات حافظ ابن القیم امام ابن تیمیہ کے لائق ترین شاگرد ابن قیم کی مکمل تالیخ

ان کے افکار و آراء اور ان کے فہم کی علمی و سیاسی تحریکات کا مفصل بیان۔ مجلد بارہ روپے۔

حضرت عمرو بن العاص امیر کے فارغ صیف اول

اور جلیل القدر صحابی ابن العاص کی تالیخ ایک مصری مصنف کے حقیقت نگار قلم سے۔ ترجمہ سلیس و شگفتہ۔ مجلد بارہ روپے

امام ابو حنیفہ کی سیاسی زندگی امیر المذاہرہ حسن

معلومات کی فراوانی کے اعتبار سے بے مثال سمجھی گئی ہیں۔ اس شاندار کتاب میں بھی یہ وصف بدرجہ اتم موجود ہے

پڑھیے اور ذہنی تنور حاصل کیجئے۔ مجلد بارہ روپے۔

حیات امام احمد ابن حنبل امیر کے مشہور محقق استاذ

سے امام ابن حنبل کی زندگی اور ان کے علم و فضل، ان کا آراء کا سیر حاصل تکرہ۔ اردو ترجمہ نفیس۔ مجلد نو روپے۔

حیات امام طحاوی مشہور محدث امام طحاوی کے دلچسپ حالات ایک صاحب علم کے قلم سے۔ ایک روپیہ۔

حضرت معاویہ کی سیاسی زندگی حضرت معاویہ کی

مقام رفیع اور حکمت و سیاست کا ایمان افروز تذکرہ جس میں کسی بھی صحابی کا دامن داغدار نہیں ہوتا اور تاریخی حقائق ایک نئے اسلوب اور نفیس تکنیک کے ساتھ سامنے لائی جاتی ہیں۔ اپنی قسم کی واحد کتاب۔ مجلد دس روپے۔

الفاروق امیر المذاہرہ شہلی نعمانی کی وہ شہرہ آفاق کتاب جو حضرت عمر فاروقؓ کی سیرت و سوانح پر

بے نظیر مانی گئی ہے۔ قیمت مجلد چھ روپے۔

حیات امام ابو حنیفہ

سب سے بڑے امام فقہ امام ابو حنیفہؒ کے حالات اور شہرہ آفاق عالم استاذ ابو نضر ہرے کا قلم۔ امام عظیم کے فکریہ تفقہ۔ فراست و دراست، سوز و گمراہ علم و عمل اور اوصاف و امتیازات پر اس سے جامع اور حقیقتانہ کتاب کوئی نہیں ہے۔ اُردو ترجمہ رواداں اور شمسہ۔ جلد پندرہ روپے۔

حیات امام ابن تیمیہ

یہ بھی استاذ ابو نضر ہرے ہی کا قلم ہے۔ ابن تیمیہؒ علم و فراست کا سمندر اور جذبہ حق پرستی کا بیٹا تھا۔ ان کے افکار و اجتہادات کا پھر پورے تعارف اس کتاب میں موجود ہے۔ جلد کی قیمت ایک سیل روپے

سیرت حضرت عثمان

امام ابو موسیٰؓ، خلیفہ ثالث سیرت پر اُردو میں پہلی بیسوط تالیف جس میں ان تمام اعتراضات کا کافی و کافی جواب بھی دیا گیا ہے جو اس خلیفہ شہید کی ذات پر کئے جاتے رہے ہیں۔ دو حصوں میں مکمل۔ دس روپے

المأمون

یہ مولانا شبلی نعمانیؒ کی معروف تالیف ہے۔ خلیفہ المأمون کے حالات میں تحقیقی مواد۔ قیمت سوا دو روپے۔

عبدالرحمن و ماؤنٹ سٹین

ہندوستان میں آخری گورنر جنرل لارڈ ماؤنٹ سٹین کے فن کیل جانسن کی مشہور کتاب کا اُردو ترجمہ۔ یہ کتاب خیر تقسیم ہندوستان کے حالات پر کافی و قبیح سمجھی گئی ہے۔ جلد بارہ روپے۔

تاریخ قرآن

قرآن کیونکر کجا ہوا، کیسے پھیلا اور کن کن زمانی مراحل سے گذر کر ہم تک پہنچا۔ جلد دو روپے

سیرت ابن عبدالعزیز

اس خلیفہ کی داستان کی خلافت کیل ہے۔ ایمان افزہ اور گداز آفریں۔ جلد تین روپے۔

تذکرہ شاہ ولی اللہ

اپنے زمانے کے امام، مفکر، محدث، شیخ اور رہنما شاہ ولی اللہ دہلویؒ کا حقیقتانہ تذکرہ۔ ساڑھے چار روپے۔

حضرت ابو ذر غفاری

ایک طویل المزیں صحابی، ایک عاشق رسول، ایک فخر گرش مجاہد، ایک مرد مومن۔ ابو ذر غفاریؓ کی سوانح حیات۔ قیمت سوا دو روپے۔

استار امام

امام ابو حنیفہؒ کے جتنے جتنے واقعات و احوال۔ لکھے پھلکے مطالعے کی نفیس چیز۔ جلد تین روپے۔

رد بدعت

تقویۃ الایمان

شاہ اسماعیل شہیدؒ کی مشہور کتاب جو قرآن و حدیث کی روشنی میں بدعت و سنت اور شرک و توحید کا فرق سمجھاتی ہے۔ چار روپے (جلد پانچ پینچے) بدعات کے رد اور سنتوں کے اثبات میں چار بہترین مقلد جن میں ایک

بدعت کیا ہے؟

مقالہ مدبرِ محلی کا بھی ہے۔ نیاز، فاتحہ، تہجد، چلم اور قبوی شریعت کے تمام مشاغل عقائد پر علم شریعت کا محاکمہ قیمت مجلد تین روپے

وجد و سماع

گانا بجانا، قوالی اور وجد و حال اسلام میں کیا مقام رکھتے ہیں اور اپنے مختلف مراحل میں ان کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اس کا جواب امام ابن تیمیہ کے صداقت نگار قلم سے۔ اُردو ترجمہ طبع۔ ایک روپیہ۔

بلاغ المبین

بدعت اور سنت، توحید اور شرک۔ ان متضاد چیزوں کے بلکہ میں شاہ ولی اللہؒ کیا فرماتے ہیں۔ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی۔ چار روپے۔

تحفۃ الموحدین

یہ بھی شاہ ولی اللہؒ ہی کے ایک فاضل ارنال کا ترجمہ ہے۔ واضح لفظوں میں شرک و بدعت کی نشاندہی اور تردید۔ ۶۳ پیجے

فاران کا توحید نمبر

کراچی کے ماہنامہ فاران کا توحید نمبر ایل سنت کے حلقوں میں اتنا مقبول ہوا کہ ہاتھوں ہاتھ ختم ہو گیا۔ اب دوبارہ چھاپا گیا ہے۔ یہ بدعت و شرک کی تاریخ کئی کریموں کے مفصل ویدل مضامین کا پیش بہاد ترجمہ۔ ضخیم اور وسیع۔ چار روپے (جلد پانچ روپے)

روایت میں بعض ایسی بدعات کا رد جو عوام ہی میں ہیں خواص میں بھی مقبول و مروج ہوتی ہیں۔ سوار روپیہ۔

مختلف موضوعات

لغات القرآن قرآن کے الفاظ و معانی کو براہ راست سمجھنے کی کوشش میں مدد دینے والی ایک عمدہ کتاب۔ ضخیم کتابوں کا بخوبی۔ جلد سات روپیہ۔
علمی کثکول مولانا مفتی محمد شفیع کے علمی، تاریخی اور کٹری نوادرات۔ نہایت دلچسپ اور مفید۔ قیمت جلد ساڑھے سات روپیہ

علمائے سلف و نابینا علماء گذشتہ علمائے اسلام کے جو دستہ تاریخی کتابوں کے ہزاروں صفحات کا عطر ہیں۔ پونے پانچ روپیہ
ضبط و ولادت برہنہ کٹر طول پر عقلی اور شرعی نقطہ نظر سے مفصل گفتگو۔ آج کے گرامر موصوع پر لمحات فکر یہ!۔ ڈیڑھ روپیہ۔

مطالعہ اسلامیات تیرہ سو سوالوں میں مختلف موضوع کی علمی، سیاسی اور تہذیبی تحریکوں نے مسلمانوں کے ذہنوں پر کیا اثرات مرتب کئے۔ اسلام کو عصری تقاضوں سے کسی کشمکش کرنی پڑی اور نتائج کیا نکلے۔ اس سبب موضوع پر نکتہ و تدبیر کی دعو۔ جلد ڈھائی روپیہ
الدین ایتم استبداد منظر احسن کیلانی کے شاندار لکچر ہیں۔ کا مجموعہ جو مذہب، اس کی ضرورت اور اسلام کی کینائی پر خاصہ کی چیز ہے۔ سوار چار روپیہ۔

مسئلہ ختم نبوت حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر طرح کی نبوت کا اختتام ہو گیا۔ اب نہ کوئی ظنی نبی ہو سکتا ہے نہ بروزی۔ اس مسئلے پر دلائل کا بہترین مجموعہ روشن معنی استدلال سے کتاب کو نئے تعلیم یافتہ حضرات کے لئے بھی جاذب توجہ بنا یا ہے۔ قیمت سوار دو روپیہ

فضائل علم و علماء علم اور علماء کے فضائل پر حافظ ابن کثیر نے ایک رسالہ لکھا ہے۔ ایک روپیہ ۵۰ پیسے۔

از التہ الخفایہ اخلافے راشدین کے مراتب و جہاد اور متعلقہ امور و مسائل پر شاہ ولی اللہ کی شہرہ آفاق کتاب اردو لباس میں۔ مکمل دو جلدوں میں۔ قیمت دو روپیہ
خیمہ کشمیر معرفت و طرفت کے علوم پر شاہ ولی اللہ کے بلیغ رشحات فکر۔ اصل عربی متن بھی ترجمے کے ساتھ ہے۔ جلد چھ روپیہ۔

فیوض الحرمین یہ بھی شاہ صاحب کی منتخب کتابوں میں بھی گئی ہے۔ اس میں شاہ صاحب کا مسلک نقلیا بھی مفصلاً ملتا ہے۔ عربی متن ساتھ ساتھ قیمت جلد ساڑھے چار روپیہ۔

تھوڑی دیر اہل حق کیساتھ اسلاف کرام کے بنی اصول ایمان افزہ اور بے حد دلچسپ واقعات۔ سوار روپیہ۔

الفتن شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ کے ایک شرح نواز رسالے کا اردو ترجمہ جس میں کرامت ثلاث کی حقیقت اور زندگی کی علامات پر علم و معرفت کی روشنی ڈالی گئی ہے۔ قیمت جلد چار روپیہ۔

مکاتیب ندان جیل سے مولانا محمود دی، مولانا اصلا حی اور میاں طفیل احمد کے خطوط قیمت دو روپیہ۔

سنت خیر الانام فتنہ انگار حدیث کے رد میں ایک نفیس کتاب۔ اس کے مطالعہ سے عام قارئین کو حدیث کی اقسام اور مراتب و درجات وغیرہ کے بارے میں بڑی مفید معلومات حاصل ہو سکی۔ جلد چار روپیہ۔

تقریریں جس میں تقریر کر نیکی طریقہ اور ڈھنگ بتلانے کیساتھ ساتھ مصنف نے ہر موضوع پر عمدہ تقریریں بھی پیش کی ہیں۔ بدعات کے لئے تو مصنف کے قلم نے زلزلہ کا کام کیا ہے۔ غیر جلد ڈیڑھ روپیہ (جلد — دو روپیہ)

زبدۃ الناسک مکمل و مکمل | از عالم ربانی مولانا شبلی احمد گنگوہی مع اصنافا مفیدہ و کثیرہ جن میں جملہ مسائل حج کو اردو زبان میں نہایت تفصیل سے مع واجات کتب ترتیب دیا گیا ہے اور بلا حرج تردید کہا جا سکتا ہے کہ موجودہ دور میں اس سے زیادہ مستند کتاب مسائل حج پر موجود نہیں ہے۔ عمدہ سفید کاغذ قیمت مجلد آٹھ روپے

تجلی کے دو شاندار نمبر
جو حضرات ان نمبروں کو نہ دیکھ پائے ہوں ان کیلئے مسرت بخش پیش کش

خاص نمبر ۱۹۶۳ء | نوع بہ نوع دلچسپوں اور علی جوہر پاروں کا دلکش مجموعہ۔ مدیر تجلی کے قلم سے متعدد اہم اور نازک سوالوں کے مدلل مفصل جوابات آغاز سخن میں ایک عجیب حادثے کی تخریر خیز کہانی۔ صفحات تتر سے زائد۔ قیمت ڈیڑھ روپیہ۔
ڈاک نمبر ۱۹۶۳ء | یہ تو ڈاک نمبر ہی نہیں علم و تقہ اور انتشار کے حسن سے بھر پور درجنوں سوالات کے دلنشین اور بے لاگ جوابات۔ پھر ملا بھی ایک گریز یا مفتی کے روپ میں! سواریہ

شرعیات اور طریقت | شرعیات، طریقت، تصوف، اخلاق حمیدہ، ریاضت و مجاہدہ، بیعت و ارشاد، خلافت و سجادگی اور اسی نوع کے شمار عنوانوں پر مولانا تصوف علی کی یہ ضخیم کتاب فکر انگیز روشنی ڈالتی ہے۔ مجلد سات روپے۔
اصول تفسیر | امام ابن تیمیہ کی کتاب کا اردو ترجمہ اس میں تفسیر کے بنیادی اصول و ضوابط نہایت تحقیق سے بیان ہوئے ہیں۔ مجلد پونے دو روپیہ۔

عقائد الاسلام | از مولانا عبدالحق حقانی دیوبندی۔ مسلمان کے لئے کن عقائد پر کس تفصیل کے ساتھ ایمان رکھنا ضروری ہے یہی اس کتاب کے موضوع ہے بنیادی عقائد ہی اگر درست نہ ہوں تو اچھے عمل بھی بے روح رہتے ہیں۔ جہالتِ عام کے اس زمانے میں اس کتاب کا مطالعہ ہر مسلمان کے لئے نہ صرف مفید بلکہ بہت ضروری ہے۔ قیمت چار روپے۔

مرنے کے بعد کیا ہوگا؟ | برزخ، اہل قبر، فردوس و جہنم، حشر، بشر، حساب کتاب شفاعت اور اعراف وغیرہ کے احوال روایات کی روشنی میں قیمت مجلد دو روپے

مسلمان عورت | مشہور اہل قلم فریدی وجدی کی کتاب کا ترجمہ مولانا ابوالکلام آزاد کے قلم سے۔ اپنے موضوع کی نہایت رفیع کتاب۔ مجلد چار روپے
آلات جدیدہ کے شرعی احکام | لائوڈ اسپیکر اور شری احکامات پر ایک مکمل و مدلل کتاب۔ انہما۔ مفتی محمد شفیع صاحب۔ کاغذ کتابت، طباعت سب عمدہ۔ قیمت دو روپے ۲۵ پیسے۔

حکایات جنون | اسعد گیلانی کے دلچسپ اور اصلاحی افانوں کا مجموعہ۔ دلکش اور موزون آئینہ۔ قیمت دو روپے۔
پیکار | اسعد گیلانی کے بعض اہم مضامین کا گلدستہ۔ ادب و انتشار کا حسن اور فکر و نظر کی رعنائی لئے ہوئے۔ قیمت ڈیڑھ روپیہ۔

حقیقتِ جزیہ | اسلام کے حکم جزیہ کی بنا پر یورپ اور ایشیا کے غیر مسلم علمائے اسلام کے خلاف بیہوش اور گمراہ کن پروپیگنڈا کیا ہے یہ کتاب اس کا ایسا مکمل و مدلل جواب ہے، اگر غیر مسلم بھی اس کتاب کو دیکھ کر مطمئن ہو جاتے ہیں۔ قیمت ۵۸ پیسے۔
معلم نماز | قیمت صرف ۵۰ پیسے۔

فتاویٰ دارالعلوم

”دارالعلوم“ دیوبند کے مستند فتاویٰ جو طرح کے مسائل میں آپ کی دینی رہنمائی کرتے ہیں۔ یہ مجموعہ گھر میں رہے تو ضرورت کے وقت کسی بھی مسئلے کے متعلق شرعی حکم و ہدایت کا علم حاصل کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ تازہ ایڈیشن عمدہ ترتیب اور اچھی طباعت کے ساتھ مکمل آٹھ حصوں میں۔ قیمت اکیس روپے (مجلد درود جلت پیمیش روپے)

مسئلہ اجتہاد پر تحقیقی نظر | اجتہاد اسلام کی ایک معرودہ اصطلاح ہے، لیکن اس کا ٹھیک ٹھیک مفہوم اس کے شرائط اس کے حدود کیا ہیں اس کا علم عام لوگوں کو نہیں۔ اس کتاب میں شرح و بسط کے ساتھ اجتہاد کی حقیقت اور تمام متعلقہ امور پر محققانہ گفتگو کی گئی ہے۔ قیمت مجلد تین روپے۔

مقالات امینی | اجتہاد تدریس فقہ کی ضرورت اور فقہ گروں کی مقالات۔ دو روپے۔

کائنات میں انسان کا مقام | ایک علمی مقالہ جو کائنات میں انسان کے صحیح مقام کی نشاندہی کرتا ہے۔ پچاس پیسے۔

غنیۃ الطالبین | شاہ عبدالقادر جیلانی کے شہسورہ آفاق مضامین عالیہ عربی اور اس کا سلیس ترجمہ ساتھ ساتھ۔ لاجواب تحفہ۔ دو ضخیم جلدوں میں قیمت مکمل ۲۲ روپے

تفسیر سورہ نور | از: مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی سیرت و اخلاص کو سنوارنے والی آسمانی ہدایات پر مشتمل سورہ نور کی بہترین تفسیر، بلیغ، نفیس اور محققانہ قیمت مجلد چار روپے۔

کیا ہم مسلمان ہیں | شمس نوید کے مطبوعہ اور غیر مطبوعہ شہ پاروں کا مجموعہ سورہ گدا زوالیہت اخلاص، درود اور دلکشی کا ٹچینہ۔ مجلد سوا اور روپے۔

آواگن کا تحقیقی جائزہ | آواگن سے مراد عقیدہ دلائل و شواہد کے ساتھ ثابت کیا گیا ہے کہ خود ہندو مذہب کی کتابوں کی رو سے یہ عقیدہ نہ منقولی معیار پر پورا اترتا ہے اور نہ منقولی معیار پر۔ غیر مسلم بھی اس کتاب کے دلائل و مباحث دیکھ کر خاموش ہو جاتے ہیں۔ قیمت ایک روپیہ۔

عقیدہ آخرت کے عقلی دلائل | آخرت کے عقیدے کو دل میں جاگزیں کرنے والے حکم و دلائل سے بھرپور کتاب جس میں زندگی بعد موت کے متعلق دوسرے تمام مذاہب کے معتقدات کو رد کرتے ہوئے اسلام کے عقیدہ آخرت کی حقانیت ثابت کی گئی ہے۔ آواگن کے تحقیقی جائزے کے ساتھ اس کا ضرور مطالعہ کریں۔ ۸۰ پیسے

دلائل القرآن بحجوب | ابانی آریہ سماج سوامی دیانند نے اپنے مذہب کی بنیادی کتاب ”ستیا رتھ پرکاش“ میں قرآن مجید پر جو کراہ کن اور اشتعال انگیز اقرا پڑھائے ہیں ان کی بہتان طرائق کی ہیں ان کے اردو جواب میں یہ بے مثل کتاب لکھی اور بے حد مقبول ہو رہی ہے۔ حصہ اول ۸۰ پیسے۔ حصہ دوم ۸۰ پیسے۔ حصہ سوم ایک روپیہ۔

انتخاب مکتوبات امام ربانی | حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوبات اصلاحی لٹریچر میں لاجواب مانے گئے ہیں۔ علوم و معارف اور مواظظ و نضاح کا پیش بہا ٹچینہ۔ سلیس اردو ترجمے کی شکل میں بہت سے خصوصاً اہمیت کے حامل مکتوبات بچھلے گئے ہیں۔ ساڑھے پانچ روپے

نصیحت نامہ | عالم ربانی مولانا بدر عالم کا نصیحت نامہ جو سلطان علی نے بہترین ہدایات و نضاح پر مشتمل ہے۔ ۲۳ پیسے

ستیر حضرت بلالؓ :- ۶۵ پیسے

ستیر حضرت ابو ایوبؓ :- ۶۲ پیسے

مسلمان شوہر و بیوی :- ۷۵ پیسے

اردو ماسٹر (بذریعہ ہندی) :- ۵۰ پیسے

بانیوں کا مسئلہ **دَالِدَاتُ الشَّمِیْنِ** جہاد میں ہاتھ آئی ہوئی عورتوں کو باندی بنا کر رکھنے کی دینی و علمی حیثیت، کتاب کے مصنف کا ایک خط اور مولانا ابوالکلام آزاد کا جواب بھی شامل ہے۔ ڈیڑھ روپیہ

تحقیق مزید - اختلاف معاویہ و یزید کے مصنف جناب محمود احمد عباسی کا نقش ثانی جو بہت سا تاریخی مواد آپ کے غور و فکر کے لئے پیش کرتا ہے۔ صفحہ ۱۲۸ کے سلسلے میں کسی اطمینان بخش نتیجے تک پہنچنے کے لئے یہ کتاب بنیادیں ہمایا کرتی ہے۔ قیمت مجلد آٹھ روپے۔

فارابی - معلم ثانی حکیم ابوالنصر فارابی کے علم و فضل ان کی سوانح، کمالات، تجرید فلسفہ و منطق کے مفصل و مکمل حالات۔ پونے دو روپے۔

آیات بیّنات - ترجمہ شیعریں ایک عظیم کتاب جس میں خود شیعہ مذہب کی کتابوں اور اسکے علماء کے اقوال سے صحابہ کے فضائل وغیرہ کو ثابت کیا گیا ہے۔ معرکہ کے مختلف فیہ مسائل میں بھی سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔ دو جلدوں میں کامل۔ اٹھارہ روپے

تحفہ اثنا عشریہ - اہل سنت کے اثبات میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی یہ کتاب بھی زمانے بھر میں شہور ہے۔ مفصل، مدلل اور ایسا بیان افزوہ۔ قیمت مجلد بارہ روپے۔

المنجد (اردو) - دنیا کی مشہور ترین عربی لغت۔ اصلاً یہ عربی سے عربی میں ہے لیکن اردو دونوں کی خاطر اس کا اردو ترجمہ کر دیا گیا ہے۔ گویا ہر عربی لفظ کا اردو اردو میں۔ ایشیام کی صہد ہاتھ اور سے مرتب۔ خوب تنظیم۔ قیمت مجلد بیس روپے

فاتحہ کا صحیح طریقہ - فاتحہ کے نام پر جو رسمیں اختراع کرنی گئی ہیں ان کی نشاندہی اور ایسے طریقے کی توضیح جو بدعت کی نجاست سے پاک ہے۔ ساٹھ روپے۔

عجبات

شاہ اسماعیل شہید کی معروف تصنیف جو تصوف کے نکات و اسرار سے بحث کرتی ہے۔ ذات و صفات۔ وحدۃ الوجود۔ منازل قرب۔ طرق سلوک غیر ذلک ترجمہ اردو از مولانا مفتی ناصر گیلانی۔ مجلد دس پٹے ہر پٹے

آداب زیارت قبور - اگر کسی بزرگ کی قبر پر حاضری چاہے جو شرک و بدعت کے اشتباہ سے پاک ہو۔ ۲۷ پٹے

محمد بن عبدالوہاب - ابن کی خاطر جان لڑانے والے مسلمانوں کے لئے اگر تیزوں نے ازراہ وطن

"وہابی" کا لقب لے جایا کیا اور عرب کے ایک درد مند مصلح محمد بن عبدالوہاب کے متعلق خوب خوب جھوٹ گھڑا تاکہ مسلمانوں میں باہمی افتراق پیدا ہو۔ اس نفاست کو خاصی کامیابی ہوئی اور آج اچھے خاصے اہل علم بھی اس مصلح کے متعلق غلط فہمیوں میں مبتلا ہیں۔ یہ کتاب تاریخی حقائق سے پردہ اٹھا کر سچائیوں سے روشناس کرائی ہے۔ دو روپے ۷۵ پٹے

علم الحدیث - اردو داں حضرات کے لئے فن حدیث کی اہم و مفید و دقیق عربی کتابوں کا مجموعہ۔ ضروری اصول و مبادیات اصطلاحات اور قواعد و نکات کی توضیح سلیس اردو میں۔ قیمت ڈیڑھ روپیہ۔

دانش مفسر - حضرت نوح علیہ السلام کی تفسیر تک و مثل میںوں کے حالات جو کافی تحقیق اور کاوش سے مرتب کئے گئے ہیں۔ ڈھائی روپے۔

درویشی کیا ہے؟ - احوال کی نظر میں "درویشوں" کی بڑی وقعت ہے لیکن اسلامی نقطہ نظر سے درویشی کی حقیقت و اصلیت کیا ہے اس سے واقف ہونے کے لئے یہ کتاب پڑھئے تاکہ آپ کی عقیدت میں غلط محل میں بہاؤ نہ ہو۔

ترجمہ پیغمبر - سردار انس و جن صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس منور مجلسوں کے ایسا بیان افزوہ حالات جن میں بڑھ کر روح تازہ اور قلب کفایت ہوتا ہے۔ سوار روپیہ۔

مزمومہ ڈریجفٹ

- جو تقریباً سترہ سال سے آپ کی خدمات انجام لے رہے۔
- آنکھ کے اکثر امراض اور کمزوری کے لئے بینیلز ہے۔
- ایک قدیمی نسخے سے تیار کیا ہوا جس میں تپے موٹی اور دیگر قیمتی و مفید اجزاء شامل ہیں
- بغیر کسی مرض کے بھی استعمال کرتے رہیے کہ یہ آخری عمر تک نگاہ کو قائم رکھتا ہے اور
- مرض کے حملوں سے بچاتا ہے۔
- معتدوہ شیشی وحیات کے پائیدار خوں میں۔
- ایک یا دو شیشی منگوانے پر محصور لڈاک ایک روپیہ آٹھ آنے لگتا ہے۔
- ایک سا تھ شیشی منگوانے پر (خواجہ شاکر شاہ کالی ہوں یا ایک تولہ والی) محصور
- و مصارف چھوڑ دیا جاتا ہے۔
- ایک، تولہ والی شیشی کی قیمت پانچ روپے۔ اور چھ ماشہ والی شیشی کی قیمت تین روپے

ڈریجفٹ کی تعریف کرنیوالے چند حضرات کے نام ملاحظہ ہوں

مولانا حسین احمد مدنی، مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا قاری محمد طریقت، بہتم دارا عثمانیوم دیوبند، مولانا مظاہب الرحمن صاحب عثمانی، مولانا مفتی عتیق الرحمن صاحب (مدوۃ المصطفین دہلی) و مولانا استیانتی صاحب

خوشنویس (مدرس دارالعلوم) وغیرہ وغیرہ۔

دارالفیض رحمانی - دیوبند - ٹوبہ (انڈیا)

بہرمت کیا ہے؟

بہرمت و معصیت کے درمیں ایک عظیم کتاب جو قرآن و حدیث اور عقل و منطق کے اہل تمام

دلائل کے ذریعے صحیح ترین اسلامی عقائد کو واضح کرتی ہے۔ — تمام بہرمت کے لئے ضرب کلیم لیا اضا فہ شدہ الیہ السلام۔

لطائف علمیت

عظیم محدث ابن الجوزی ہر کی شہوہ آفاق تالیف کتاب الالذکیاء کا سلیس اور ذریعہ اس نامدار کتاب میں عقل و فراست اور علم و

ذکاوت کے دلچسپ ترین لطائف جمع کئے گئے ہیں۔ مجلد پانچ روپے

ترغیب موزورہ نور

اس شاہکار تفسیر میں ائمہ و اقطاب کے بہترین اجتہادات جمع کرنے ہوئے واضح کیا گیا ہے کہ قرآن و سنت کے اصول سے فروعات کا استنباط

کیونکر ہوتا ہے۔ اسلامی اخلاق کی بنیادی تعلیمات پر مشتمل سورہ نور کی یہ تفسیر ضرور ملاحظہ فرمائیے۔ از مولانا مودودی۔ یہ مجلد چار روپے

دعوت و سراج

شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی تصنیف مروجہ سراج و قوالی اور گائے بجائے کی شریعی حیثیت پر صرف آخر ہے۔

ترغیب اسلام اور علمائے

میں لفظ پر مبنی کتاب ہے۔ قیمت ایک روپیہ

مکتبہ سنی دیوبند

درخف کا تہذیب و ثقافت کا راہی ہے تو ہے
 کہ وہ اس کے دل کو سب سے زیادہ ثابت ہوا ہے

دُرِّ عِنَّا



DURR.E.NAJAF



سرمایہ



دُرِّ عِنَّا

دکتر الفیض رحمانی دیوبند

ہر ایک تولد پانچ روپے نصف توڑتیں روپے
 علاوہ معمر لڈاٹ

دُرِّ عِنَّا کو روزگار میں معمول بنائیے کیونکہ یہ
 نگاہ کو آخر عمر تک قائم رکھتا ہے۔